ملفوظاتِ ٹامی

عظیم بیگ چغتائی

مزاحیہ پیرایہ میں کتوں کی دلچسپ زندگی کا مطالعہ

ملفوظاتِ ٹامی

یعنی

چند دلچسپ واقعات خود ایک کتے کی زبانی

مصنفہ

مصورِ ظرافت مرزا عظیم بیگ چغتائی

ناشر

نظامی بک ایجنسی بدایوں یوپی

(مطبوعہ نظامی پریس بدایوں)

قیمت عمہ

طبع دوم

فہرست مضامین

ملفوظات ٹامی

عرضِ مُصنّف

اِس کتاب کا پہلا باب "فلسفۂ عشق" جب رسالہ ساقی میں شائع ہوا تو ملک کے مشہور و معروف ادیب حضرت ناصر نذیر فراق دہلوی مرحوم نے اِس کو پڑھکر بے انتہا پسند فرمایا اور کہا تھا کہ اس مضمون میں تصوف کی وہ چاشنی موجود ہے جو میں نے اور کہیں نہیں دیکھی۔ میں نے جب یہ سُنا تو مجھے سخت تعجب ہوا اور دراصل اب تک میری سمجھ میں نہ آسکا کہ اس مضمون میں کون سی ایسی بات ہے جو حضرت فراق مرحوم کو اتنی پسند آئی کہ بار بار اس مضمون کے فلسفۂ تصوف کی تعریف میں ان کی زبان سے تعریفی الفاظ نکلے۔ میری بدقسمتی ہے کہ اِس کتاب کے شائع ہونے سے پہلے ہی وہ انتقال فرما گئے۔

یہ مختصر کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے خواہ قابل قدر ہے خواہ لغو ہو میں اس کو یہ سمجھ کر پیش کرتا ہوں کہ اُردو میں شاید ایک بالکل ہی نئی چیز ہو۔ انگریزی میں اِس قسم کی کتابوں کی کمی نہیں ہے۔ انگریزی کے مشہور ادیب رڈیارڈ کپلنگ نے جانوروں کے بارے میں تھوڑا بہت لکھا ہے۔ میں نے کپلنگ کی تتبع نہیں کی بلکہ کتوں اور دوسرے جانوروں کے تمسخر آمیز افعال اور ان کی عجیب و غریب ذہنیت کو سمجھنے یا سمجھانے کی نہیں بلکہ ان

سب باتوں کو اپنے خاص پیرائے میں انسانی ذہنیت اور فہم کے مطابق مزاحیہ رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن پھر بھی ظاہراطور پر نہ کوئی مقصد حل ہوتا نظر آتا ہے اور نہ کوئی خاص چیز یا خاص اصول پیش کیا جاتا ہے۔ میری دانست میں بجائے بتانے کے ہر شخص پڑھکر اس کے بارے میں ایک جداگانہ رائے قائم کر لے تو بہتر ہے۔

جودھپور　　　　**عظیم بیگ چغتائی**

۵ اپریل ۱۹۳۳ء

فلسفۂ عشق

ایک کتّے کی زبانی

سرمایۂ غم عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ دل پروانہ مگس را نہ دہند

واقعہ بھی درصل یونہی ہے۔ مگر کسی کتّے سے پوچھئے کہ حضرت سرمدؒ کے مندرجہ بالا شعر میں اگر کوئی غلطی ہے تو یہی کہ پروانے کے بجائے کتّوں کا ذکر نہیں کیا اور پروانہ کو کتّوں سے بڑھا دیا جو سراسر غلط ہے۔ ہر کس و ناکس کو خداوند تعالےٰ عشق کی دولت نہیں دیتا۔ کتّوں سے زیادہ شاید کسی اور جانور کو انسان کے ساتھ رہنے اور اس کے حالات کا مطالعہ کرنے کا موقعہ نہیں ملتا اور ہمارا ذاتی تجربہ ہے کہ واقعی ہم لوگوں یعنی کتّوں کے بعد اگر کسی کو عشق کی دولت خدا نے عطا کی ہے تو وہ انسان کو یہ واقعہ ہے کہ اس معاملہ میں اول نمبر تو خدا کی نیک مخلوق کتّوں کا ہے اور دوسرا نمبر انسان کا! لیکن آپ کو یہ معلوم کر کے شاید تعجب ہو کہ اگر سو درجہ سوز و گداز اور تپش ایک کتّے میں ہے تو اس سوز و گداز کا دسواں حصہ بلکہ اس سے بھی کم انسان میں ہیں۔ اگر کہیں کتّوں کی تواریخ عشق لکھی جائے اور

بالخصوص ہماری قوم "فاکس ٹیریر" کی تو معلوم ہوگا کہ ہماری قوم کا ہر پانچواں فرد بلا مبالغہ فرہاد وقت اور مجنوں زماں ہے بلکہ شاید زیادہ کیونکہ اگر ہماری قوم کے واقعات ضبط تحریر میں آتے تو لیلیٰ و مجنوں اور فرہاد و شیریں کے لوگ بار بار قصے نہ دہراتے۔

ذرا غور تو کیجیے کہ کتنے کتے ہیں جو محض عشق کی وجہ سے روزانہ صعوبتیں جھیلتے ہیں! کتنے کتے ہیں جو آئے دن اپنی محبوبہ پر سے تصدق ہو جاتے ہیں! کہیں محض عشق کی بدولت ان پر بھنگیوں کے لٹھ پڑتے ہیں تو کہیں رسّی کے پھندے انکی گردنوں میں ڈالے جاتے ہیں اور پھر کہیں گولی سے مارے جاتے ہیں رقیبوں کا معاملے میں انسان پھر بھی خوش قسمت ہے کیونکہ انسان کو زیادہ سے زیادہ ایک ہی رقیب روسیاہ سے سابقہ پڑتا ہے ورنہ حد دو تین رکھ لیجیے۔ مگر جناب ایک کتے کے رقیبوں کی گنتی لگانا شاید محکمہ مردم شماری ہی کر سکے تو خیر ورنہ کسی عاشق کے بس کی بات نہیں۔ پھر کسی انسان کے رقیب اتنے ظالم نہیں ہوتے۔ ایک عاشق کتے پر اس کے کٹکھنے اور خونخوار رقیب جو جو ظلم توڑتے ہیں ان کا اندازہ لگانا انسان کیلئے مشکل ہے کیونکہ قتل ہونا یا کر دینا ایک عاشق کتے کے لئے ایسی ہی معمولی بات ہے جیسی کہ ایک سرحدی جوان کے لئے ہڈی کو مار دینا۔ جو جو ستم ایک عاشق کتے پر رقابت کے سلسلے میں کئے جاتے ہیں اس کا ہزارواں حصہ بھی اگر انسان کے حصے میں لکھ دیا جائے تو شاید کوئی عشق کا نام نہ لے۔ آپ خود سوچیے کہ اگر قیس و فرہاد کے دو دو چار چار درجن

۱؎ چھوٹی نسل کے خوبصورت کتے۔

رقیب ہوتے، اور روزانہ ان کو کاٹتے، اور مارتے، اور سڑکوں پر لٹا لٹا کر گھسیٹتے تو کیا یہ لوگ اپنا عشق نہ بھول جاتے قطعی بھول جاتے۔ آپ کہیں گے کہ کتوں کو معلوم نہیں دراصل آدمیوں پر بھی یہی مصیبت نازل ہے ورنہ شاعر رقیب روسیاہ کی برائیاں کرتے ہم کہتے ہیں کہ شاعر رقیبوں کی برائیاں کرتے ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ انسان کو بھی رقیبوں سے پالا پڑتا ہے مگر جناب من ذرا غور تو کیجیے کہ زیادہ تر یہی شکایت ہوتی ہے نہ کہ معشوق ستمگر کو رقیب سے زیادہ لگاؤ ہوتا ہے مگر پھر بھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ ہر محلے میں رقیبوں کی ایک فوج کی فوج ہو اور ہر رقیب خونخواری اور ظلم کی جیتی جاگتی تصویر ہو۔ یہ تو رقابت کا معاملہ رہا اور ثابت ہو گیا کہ جہاں تک رقابت کا سوال درپیش ہے ایک عاشق کتے کی جان بہ نسبت ایک انسان کے زیادہ مصیبت میں ہے۔ رہ گیا خود محبوب تو اب اس کو لیجیے اور مقابلہ کیجیے۔ انسانوں میں معشوق کو ستمگر کا لقب دیا گیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ انسانوں کے معشوق جو ستم کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں وہ یہی کہ التفات نہیں کرتے۔ رقیب کی طرف زیادہ مائل ہیں وغیرہ وغیرہ لیکن ایک کتے کا معشوق اور ہی ڈھب کا ہوتا ہے ایسا کہ اگر انسان کا کہیں ایسے معشوق سے سابقہ پڑ جائے تو پھر معشوق کا نام تک نہ لے۔ دراصل ہم لوگوں میں اور بھی ستم ہوتے ہیں۔ رقیب تو رقیب خود معشوق ہی اکثر کاٹ کھاتا ہے اور پھر اس بری طرح بھنبوڑ ڈالتا ہے کہ بسا اوقات عاشق کی جان معرض خطر میں پڑ جاتی ہے۔ قصہ مختصر انسانوں میں جو قصہ ہے وہ کتوں کی قوم میں بلا مبالغہ واقعہ ہے ع

ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا

(۳)

اب اس مختصر تمہید کے بعد کچھ حالِ دل۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ موسم نہایت ہی خوشگوار تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ صبح کا سہانا وقت تھا کہ ہم ناشتہ سے فراغت پاکر باغ میں گئے۔ باغ میں ہم ادھر اُدھر دوڑے پھر رہے تھے اور گئی گلہریوں کو قتل کرتے کرتے چھوڑا کر اتنے میں دور سے کیا دیکھتے ہیں کہ پڑوس کے بنگلہ کی میڈم بلی احاطہ کی دیوار پر بیٹھی ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان کی صورت دیکھ کر ہمارا کیا حال ہوا۔ تن بدن میں ایک رعشہ سا آ گیا اور مارے غصے کے ہم آگ بگولہ بن کر دیوار کی طرف نعرہ مارتے یا بالفاظ دیگر بھونکتے ہوئے پہنچے۔ منہ سے ہمارے کف جاری تھا اور آگے کے پیر دیوار پر ٹیک کر ہم نے میڈم موصوفہ کو اس بری طرح ڈانٹنا اور ڈپٹنا شروع کیا کہ ان کا عجیب ہی حال ہو گیا۔ ادھر ہم ہیبت اور جلال کی تصویر بنے ہوئے تھے اور ادھر وہ اپنی پشت مثل اونٹ کے کوہان کے اونچی کئے کھڑی تھیں وہاں رُواں ان کا مارے دہشت کے کھڑا اٹھیا اور "غوں غوں" کے ساتھ وہ ہمارے پر جوش حملہ کا جواب "ہائے ہائے" کر کے دے رہی تھیں۔ بس نہ تھا کہ ہم اپنے نوکیلے دانت ان کے گلے میں گاڑ دیں اور جھنجھوڑ کر ان کی ناپاک زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ ڈانٹتے ڈانٹتے ہمارے جبڑے دکھ گئے اور عف عف کرتے کرتے آواز بیٹھ گئی۔ بہت جلد ہمارے غیض و غضب کی وجہ سے میڈم بلی بھاگ گئیں۔

وہاں سے ہم میڈم پر تبرا بھیجتے اور جوش و خروش کو ٹھنڈا کرتے ہوئے پھاٹک پر پہنچے۔ سب سے پیشتر تو ہم نے اپنے بنگلے کے پھاٹک کے کھمبے پر پیشاب کیا اور دو

تین ڈنڈا کے تن کر سڑک کی طرف دیکھنے لگے۔ سامنے ہم نے فاصلہ پر دیکھا کہ کوئی شخص بائیسکل پہ چلا جا رہا ہے۔ گو وہ بہت دور تھا مگر اس کو دیکھ کر اصولاً ہم کچھ بھونکے کہ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک قد آور جوان چلا آ رہا ہے۔ یہ حضرت بھورے رنگ کے لینڈی تھے حالانکہ ہم ان سے قد میں بہت چھوٹے تھے مگر اپنے گھر پر تھے اور ان کو دیکھتے ہی ہمارے غیض و غضب کا پارہ ایک سو دس سے بھی تجاوز کر گیا ایک جنگی نعرہ مار کر ان پر ہم حملہ آور ہوئے۔ یہ لینڈی تھے۔ ان کو بھلا جنگ سے کیا تعلق۔ فوراً دانت نکال کر اپنی دُم کا لنگوٹ کس لیا اور عاجزی سے لگے گڑگڑانے گو ہم شیر کی طرح جھپٹ کر پہنچے تھے مگر ان کی عاجزی سے ہمارا دل نرم ہو گیا اور ان پر رحم کھایا کہ کاٹا نہیں مگر آہستہ آہستہ غرانا شروع کیا انھوں نے اور بھی عاجزی سے کام لیا اور ہم چپ ہو کر ان کے پاس پہنچ کر ان کو سونگھنے میں مشغول ہوئے ڈرتے ڈرتے انھوں نے ہم سے ناک ملائی۔ تبادلہ خیالات سے معلوم ہوا کہ مسٹر لینڈی معقول شخص ہیں چنانچہ ان سے مختصر بات چیت کرنے کے بعد ہی ہم نے کہا "چلو ہم تم کو اپنا بنگلہ دکھائیں" ان کا نام شیرا تھا اور انھوں نے نہایت ادب سے ہم سے دریافت کیا۔ کیا میں اپنے معزز دوست کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

ہم نے دل میں اکڑ کر مگر ظاہرا سادگی سے کہا۔ "خاکسار کو ٹی فاکسٹیریر دہائٹ آف سی سی دلنڈن) کہتے ہیں"۔

"معاف کیجئے گا مسٹر شیرا بولے" ٹی سے کیا مطلب اور سی سی سے کیا مطلب؟"

مسکرا کر ہم نے کہا "خاکسار انگریز ہے اردو کم بولتا ہے۔ یوں سمجھئے ٹامی

فاکسٹیریر سفید۔ کینائن کلب (کتوں کا کلب) لنڈن۔"

مسٹر شیرا بولے۔ "ٹامی تو آپ کا نام ہے اور سفید رنگ ہے مگر یہ فاکسٹیریر کیا ہے؟ معاف کیجئے گا میں ہندوستانی آدمی دیہات کا رہنے والا ان باتوں کو پوچھنا چاہتا ہوں۔"

ہم نے کہا "مسٹر شیرا آپ تو بالکل ہی سیدھے سادھے کتے ہیں فاکسٹیریر دراصل ایسے ہی ہے جیسے آدمی ناموں میں لگاتے ہیں۔ مثلاً چغتائی۔ برلاس وغیرہ وغیرہ۔ آپ خود کتوں کی معزز قوم لنڈھی سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا آپ اپنے نام کے ساتھ یہ لفظ لگا سکتے ہیں۔"

مسٹر لنڈی مسکرائے اور کہنے لگے "جناب میں مسٹر وسٹر نہیں جو اس قسم کا نام رکھوں آپ بھی مجھکو مسٹر نہ کہیں تو بہتر ہے۔"

"پھر کیا کہوں؟"

"محض شیرا۔"

"اچھا میں آپ کو یہی کہنے کی کوشش کروں گا مگر میری زبان پر لفظ مسٹر چڑھا ہوا ہے اور امید ہے کہ جناب معاف کریں گے۔ کیونکہ میں انگریز ہوں اور میرا تعلق جیسا کہ ظاہر ہے لنڈن کے کتوں کے کلب سے ہے۔"

"جی ہاں" مسٹر شیرا بولے "میں پوچھنے والا تھا یہ آخر کس طرح؟"

ہم نے کہا "والد صاحب قبلہ اسی کلب کے مشہور رکن تھے مرحوم کی تصویریں ابتک اخباروں میں نکلتی ہیں۔"

بہت خوب ماشاء اللہ! جناب تو بڑے عالی نسب ہیں" مسٹر لینیڈی نے خوشامدانہ لہجہ میں بولے "آپ کے بنگلہ کی کیا خصوصیات ہیں؟"

"کوئی خاص بات نہیں" ہم نے سادگی سے کہا "مگر ایک لحاظ سے بہت ہی اچھا ہے۔ گاہے گاہے گلہریاں مارنے میں آجاتی ہیں"

"کوئی بلی وِلی؟" مسٹر لینیڈی نے پوچھا۔

"جی ہاں" ہم نے غصے سے کہا "ایک نالائق بلی پڑوس میں رہتی ہے اور میں نے آج ہی اُس کو قتل کرتے کرتے چھوڑا!"

مسٹر لینیڈی نے کہا۔ "واقعی بلی کا مارنا علاوہ ثواب کے مقوی اعضائے رئیسہ ہے تمام خلطوں کو مفید ہے۔ دانتوں کو جلا دیتا ہے۔ جبڑوں کو قوت پہنچاتا ہے۔ فرحت پیدا کرتا ہے اور نشاط لاتا ہے اور پھر باعث افزائش روزی و کسب ہے۔ برکت لاتا ہے" یہ باتیں مسٹر لینیڈی نے نہایت ہی حکیمانہ لہجہ میں کہیں اور پھر پوچھا "جناب کو تو گلہریوں سے خاص شوق ہوگا؟"

"جی نہیں" ہم نے کہا "خاکسار کو صرف دودھ روٹی اور تھوڑے گوشت کافی ہوتا ہے"

یہ سُن کر مسٹر لینیڈی کے منہ سے گویا رال ٹپک پڑی۔ اُنھوں نے زبان سے اپنے ہونٹ چاٹتے ہوئے کہا "کیا روزانہ آپ یہی کھاتے ہیں؟"

"جی ہاں" ہم نے کہا "کچھ سوء ہضمی کی شکایت رہتی ہے اور پھر کچھ نزلے کی تحریک کی وجہ سے اور بھی میرے آقا مجھ سے پرہیز کراتے ہیں اور زیادہ تر بندہ کو

کتوں کے خاص بسکٹ کھانا پڑتے ہیں!"

اتنے میں ہم دونوں بنگلہ میں پہونچے مسٹر لینڈی نے ناک پھلا پھلا کر پہلے ادھر ادھر سونگھا اور پھر چاروں طرف دوڑ کر کئی مناسب مقامات پر پیشاب کیا۔ ہم اپنے معزز مہمان کو لے کر باغ میں گئے اور فوراً دو گلہریوں پر حملہ کر دیا۔ ایک گلہری کو بدقت تمام ہم نے خود شکار کیا۔ گلہری حالانکہ ہم نے قتل کی تھی مگر مسٹر لینڈی نے اس کو ہم سے چھین لیا۔ ہم نے برہم ہو کر کہا "کیا ذلیل حرکت ہے؟ اور فوراً ہی مسٹر لینڈی پر جھپٹ پڑے اور دو تین جگہ کاٹ کھایا۔ مگر مسٹر لینڈی گلہری نگل بھی چکے تھے۔ ہمنے برہم ہو کر کہا "اگر اس قسم کی حرکت آئندہ کی تو مجبوراً ہمیں اپنے آقا کو حکم دوں گا کہ وہ آپ کو بندوق دکھلائے!"

مسٹر لینڈی نے خوشامد کی اور کہا "اگر آپ تو گلہری سے شوق نہیں رکھتے؟"

"لیکن پھر بھی میں یہ کیسے پسند کر سکتا ہوں کہ آپ اس کو کھالیں"۔ ہمنے جواب دیا۔

بات کئی گذری ہوئی اور مسٹر لینڈی نے چلنے کی تیاری کی تو ہم نے ان سے کہا "بھلا ایسی بھی کیا گھبراہٹ کہ اتنی جلدی بھاگے جاتے ہو"۔ پہلے تو انھوں نے بہانہ بنایا مگر آخر کار قبول ہی دیئے اور کہنے لگے کہ "میں ایک حسینہ کے پنجۂ الفت میں گرفتار ہوں اور وہیں جا رہا ہوں"۔

مسٹر لینڈی کے سینہ میں ایک جوش یا تلاطم تھا اور ان کی صورت ہی کہہ رہی تھی کہ وہ مریض عشق ہیں۔ انھوں نے پہلے تو اپنی معشوقہ کے فراق اور ہجر میں جو حالت تھی بیان کی اور پھر رقیبوں کے تشدد اور خود اس معشوق ستمگر کے ظلم و ستم کی داستان

سنائی۔ واقعہ یہ ہے کہ باوجودیکہ مسٹر شیرا نیچ ذات تھے مگر اہل دل ضرور تھے اور اُنھوں نے اپنی معشوقہ کے حسن وعشق کی داستان اس پیرایہ میں سنائی کہ ہم خود ان کی معشوقہ کے نادیدہ عاشق ہو گئے۔ مسٹر شیرا کی معشوقہ ایک شکاری کتے کی حسین ونوجوان لڑکی تھی اور سول سرجن کے بنگلہ پر رہتی تھی۔ ہم نے دل میں سوچا کہ ہم بھی مسٹر شیرا کے ساتھ چل کر اس مایۂ حسن وخوبی کو دیکھیں گے اور اسی وجہ سے ہم نے مسٹر شیرا کو روکا اور راضی کیا کہ چل کر ذرا ہمارا بنگلہ دیکھیں۔ مسٹر شیرا نے ہم سے کہا کہ اگر کھانے کے کمرہ میں مجھے لے چلو تو چلتا ہوں"۔ ہم فوراً راضی ہو گئے لیکن ہم نے احتیاطاً ان سے کہا "میں لے چلنے کو تیار ہوں بشرطیکہ کھانے کی الماری اور نعمت خانہ پر آپ حملہ نکریں"۔ مسٹر شیرا راضی ہو گئے۔

کھانے کی مہک اور گوشت کی خوشبو سے مسٹر شیرا کو وحشت سی ہونے لگی اور وہ متوحش نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے ان کی نظر الماری پر پڑی ہم "ہائیں ہائیں" کرتے رہے اور وہ ایک چھلانگ مار کر ڈبل روٹیاں گھسیٹ کر کھا رہے تھے۔ ہم نے غل مچایا اور خفا ہوئے تو انھوں نے تیور بدل کر ہمیں اُلٹا ڈانٹا۔ مگر ہماری آواز سنکر ہمارے آقا نے دیکھ لیا۔ ہم مسٹر شیرا سے وعدہ خلافی کی شکایت ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں ہمارے آقا صاحب معہ دو ملازموں کے لکڑیاں لیتے ہوئے گھس آئے اور دروازہ بند کر کے مسٹر شیرا پر حملہ کیا۔ مسٹر شیرا کی اب وہ خبر لی گئی کہ خدا کی پناہ مجبوراً ہم بھی اپنے معزز مہمان کو کاٹنے پر آمادہ ہوئے اور اپنے آقا کا ہاتھ بٹایا۔ پٹتے پٹتے مسٹر شیرا کا پتلا حال ہو گیا اور وہ گویا "پسپا" ہو کر

لمبے لمبے لیٹ گئے۔ بھونک بھونک کر ہم نے اچھی طرح ان کی ران میں کاٹا جب
جی بھر کر ہمارے آقا نے مسٹر شیرا کو پیٹ لیا تب جاکر دروازہ کھولا۔
مسٹر شیرا اٹھکر بھاگے اور ہم نے ان کا بری طرح پیچھا لیا۔

مسٹر لینڈی کا عشق فی الحال تو ایسا رخصت ہوا کہ وہ بجائے سول سرجن
کے بنگلے کی طرف جانے کے احاطہ کی دیوار پھاند کر دم کا لنگوٹ کس کر "پوں پوں"
کرتے سیدھے شہر کی طرف بھاگے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

(۳)

ٹفن کے بعد ہم قیلولہ کرنے چلے گئے۔ دو تین گھنٹے آرام کرنے کے
بعد ہم باہر آئے اور باغ کی سیر کی جہاں تھوڑی دیر گلہریوں پر حملہ کرتے رہے
پھر ہم مسٹر شیرا کی معشوقہ کے خیال میں مستغرق ہو گئے اور بہت ہی قلیل عرصہ
میں ہم نے معلوم کر لیا کہ دراصل مسٹر شیرا کو کوئی حق نہیں حاصل ہے جو وہ اس
سے پیار اسے تنہا اور پھر بلا شرکت غیرے ارادہ مناکحت رکھیں دراصل ہمیں کامیابی
کی زیادہ امید تھی کیونکہ اول تو ہم انگریز اور پھر مسٹر شیرا سے کہیں زیادہ حسین۔
دن بھر ہمارا انہی خیالات میں گذرا۔ رات ہماری عجیب لطف سے کٹی یعنی یہ کہ
ہم نے میڈم بلی کو باغ میں دیکھ پایا اور ان پر ایسا حملہ کیا کہ وہ ایک ایسے درخت
پر چڑھکر اپنی جان بچانے پر مجبور ہوئیں جو بالکل میدان میں تھا۔ ہم نے فوراً
درخت کے نیچے ڈیرے ڈال دئے اور رات بھر میڈم موصوف کو چلا چلا کر چیلنج
دیتے رہے۔ ساری رات ہم نہایت ہی جوش و خروش کے ساتھ بھونکتے رہے۔

قصہ مختصر رات خوب لطف سے کٹی۔ صبح کو ہمارے آقا کے پڑوسی یعنی بلی کے آقا نے ہمیں پکڑ وا کر الگ کرایا جب جا کر ان کی خلاصی ہوئی ورنہ ہم نے تو ایسا محاصرہ کیا تھا کہ غنیم کو کسی طرف سے بھی راہ نجات نہ رکھی تھی۔

صبح ہم بیٹھے اس امر پر غور کر رہے تھے کہ آخر کتوں کے پر کیوں نہیں ہوتے۔ بڑی حسرت سے ہم چیلوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور کہتے تھے کہ کاش ہمارے بھی پر ہوتے جو ہم ان کی خبر لیتے۔ اتنے میں مرغ الملک مولٰنا ٹینی آپہونچے اور قبل اس کے کہ ہم چیلوں کے مسئلہ کے بعد اپنی معشوقہ کے خیال میں اچھی طرح مستغرق ہوں انھوں نے ہمارے کان پر زور سے "ککڑوں کوں" کا نعرہ مارا۔

"یار تم بھی عجیب آدمی ہو۔ خواہ مخواہ کان کھائے۔ اوہ" ہم نے بگڑ کر کہا۔

مولٰنا نے کہا۔ "واللہ آپ بھی عجیب شخص ہیں۔ میں اپنی بیگمات کو لے کر ذرا باغ میں آیا تو وہ بھی آپ پر گراں گذر رہا ہے۔"

ہم نے کہا "ہم خود لیڈیز کی عزت کرتے ہیں مگر مولٰنا معاف کیجئے گا آپ کے حرم میں خدا جھوٹ نہ بلائے درجنوں بیگمات ہیں اور پھر ان میں کچھ لیڈیز ایسی بھی ہیں جو مجھ کو دق کرتی ہیں اور اکثر میرے سامنے سے کھانا اٹھا لے جانے کی کوشش کرتی ہیں۔ آپ خود خیال فرمائیے کہ ایک معزز لیڈی کے لیئے یہ کس قدر بیجا بات ہے۔"

مولانا بولے "ٹامی صاحب سب سے پہلے آپ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ میں اس قسم کی باتیں سننا قطعی نہیں پسند کرتا۔ آپ بار بار میری ازواج کی تعداد پر حملہ کرتی

ہیں۔ آپ ہیں انگریز اور میں ٹھہرا مسلمان آپ کے یہاں ایک بیوی جائز ہے اور
میرے یہاں چار نکاحی اور لونڈیاں باندیاں الگ۔ یہ مذہبی معاملہ ہے لہٰذا اس
بارے میں آپ ایک لفظ زبان سے نہ نکالیں۔ الحمدللہ کہ ہندوستان میں ابھی
مذہب ہے اور ہندوستان ہندوستان ہے ٹرکی نہیں کہ ایک سے زائد کوئی نکاح
نہ کر سکے۔ گو سارداایکٹ پاس ہو گیا ہے اور اسلام معرض خطر میں ہے لیکن پھر
بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ قانوناً نہ سہی مگر شرعاً میں اس چوزے کو بھی نکاح میں لے
سکتا ہوں کہ جو انڈا پھوڑ کر اسی روز نکلا ہو۔ غرض یہ مذہبی باتیں ہیں۔ اب رہ گیا یہ
امر کہ میری بیگمات میں سے کچھ آپ کو پریشان کرتی ہیں تو مسٹر ٹامی بات دراصل یہ ہے
کہ آپ مجبور ہیں اور ہم ٹھیرے گھر گرہست۔ ہمارے آپ کے اخراجات میں بڑا فرق ہے۔
آپ کو پیٹ بھر کھانا ملتا ہے اور ہمیں دن بھر گھورا کریدکر پیٹ پالنا پڑتا ہے۔
لہٰذا اگر میری بیگمات میں سے کسی نے گستاخی کی تو قابل معافی۔ اور پھر آپ کی بھاوج
ہیں اگر کبھی ایسا ہوا بھی تو کیا بیجا!"

واقعہ یہ ہے کہ مولانا نہایت ہی سلجھی ہوئی طبیعت کے مرغِ معقول تھے کچھ
ایسے مذہب کے دلدادہ بھی نہ تھے مگر چند معاملوں میں مذہب مجسم تھے اور بمصداق

ع ہیں سنتوں میں یہی سنتیں انھیں مرغوب
نکاح و دعوت و قیلولہ عجلتِ افطار

غرض ہمیں ان کی یہ معذرت بہت پسند آئی کچھ بلی کی شکایت کرنے لگے کیونکہ
دو روز ہوئے مسز ٹیٹی کی وہ دُم نوچ لی گئی تھی۔ ہم نے جو سزا میڈم بلی کو دی تھی اس کو

انھوں نے اور ان کی بیگمات خصوصاً انھوں نے جن کی دُم نوچ لی گئی تھی نہایت دلچسپی سے سُنا اور ہم سے وعدہ لیا کہ جلد ہم انھیں قتل کردیں گے۔ ہم باتیں کر رہے تھے کہ ہم نے پھاٹک کی طرف نظر کی اور دیکھا مسٹر شیرا کھڑے دُم ہلا رہے ہیں۔

مولانا ٹینی نے ہم سے کہا کہ "یہ کُتا کون آیا تم اس کو جا کر فوراً کاٹ کھاؤ"۔

مگر ہم نے کہا کہ "یہ مسٹر شیرا ہیں اور ہمارے عزیز دوست۔ لہٰذا ہم بوجہ ان کو نہیں کاٹ سکتے"۔ اس پر مولانا اپنی مرغیوں کو لے کر بھاگ گئے مبادا کہ ہمارے معزز دوست مسٹر شیرا کہیں ان کی بیگمات میں سے کسی کو لے کر نہ چلتے بنیں۔

مسٹر لنڈی سے ہم نے جا کر ناک ملا کر معانقہ کیا اور ان سے کہا "کہیئے کچھ زیادہ چوٹیں تو نہیں آئیں؟

مسٹر شیرا بولے آپ کے کاٹنے سے تو کوئی خاص تکلیف نہیں پہنچی لیکن لکڑی کی مار نے تو بیدم ہی کر دیا اور پھر اب بھوک کے مارے بُرا حال ہے۔ کیا آپ کوئی بوٹی یا روٹی کا ٹکڑا اُسی الماری میں سے میرے لیئے لا سکتے ہیں"۔

"آپ خود ہی وہاں تک ذرا تکلیف گوارا فرمائیں"۔ ہمنے شرارتاً کہا۔

"معاف کیجیئے" مسٹر شیرا بولے اب میں وہاں ہرگز نہ جاؤں گا مجھے کل کی مار یاد ہے۔ آپ خود جا کر لائیں"۔

ہم نے ان کی بات تہذیبی پر کہا "جناب من یہ خلاف تہذیب ہے اور پھر میں خود بھی اپنے کسی معزز دوست سے اس قسم کے تعلقات نہیں رکھتا"۔

"تو پھر میں اب اپنی معشوقہ کے بنگلہ پر جا رہا ہوں"۔ مسٹر شیرا بولے۔
ہم نے کہا "میں بھی اُس گل خوبی کو دیکھنے کا مشتاق ہوں"
"جناب من" مسٹر شیرا بولے "ذرا اپنے قد کو دیکھیں خدا جھوٹ نہ بلوائے ایک گرے ہاؤنڈ شکاری کتے کی لڑکی آپ سے قد میں چوگنی اونچی ہوگی۔ آپ کا ان کا کوئی جوڑ نہیں اور بہتر ہے کہ میری اور ان کی محبت میں مخل نہ ہوں"
ہم نے کچھ برا مان کر کہا "مسٹر شیرا میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے زیادہ قد آور اور جسیم ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ گرے ہاؤنڈ صاحب کی صاحبزادی صاحبہ یعنی مس گرے ہاؤنڈ مجھ سے قد میں بہت اونچی ہوں گی لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ میرے لیئے وہ یا اُن کے لئے میں ناموزوں ہوں۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ میرے ماموں صاحب قبلہ کے ایک خاندانی بیوی بھی لیکن دو گرے ہاؤنڈ لڑکیاں انھوں نے اور گھر میں ڈال لی تھیں"
"مگر میں آپ کو نہیں لے جاؤں گا"۔ مسٹر شیرا نے کہا۔
ہم نے کہا "مگر میں تو ضرور آپ کے ساتھ جاؤں گا"۔
مسٹر شیرا نے برہم ہو کر کہا "اگر جناب ضد کریں گے تو شاید میں آپکو کاٹ کھاؤں"
"میں خود کاٹ کھاؤں گا" غرا کر ہم نے کہا اور قبل اس کے کہ مسٹر شیرا سنبھلیں یا ہوشیار ہوں ہم نے ان پر زور و شور سے گرج کر حملہ کیا کہ وہ حواس باختہ ہو گئے۔ ہماری خوش قسمتی کہ ایک راہ گیر آ نکلا اور اس نے دیکھا کہ ایک شریف ایک

کمینہ سے ٹر رہا ہے لہٰذا اس نے ہماری طرفداری کی اور مسٹر شیرا کی کمر پر اس زور سے لٹھ دیا کہ وہ دُہائی دیتے ہوئے بھاگ گئے اور ان کے پیچھے کچھ فاصلہ پہنچکر ہم نے اپنے معزز دوست کو بمشکل ٹھہرایا اور کہا بھئی ہم نہیں کاٹیں گے ذرا ٹھہرو" مگر مسٹر شیرا نہ مانے اور سیدھے کوچۂ جاناں کی طرف لگے ہم بھی ان کے پیچھے۔

(۴)

سول سرجن صاحب کے بنگلہ کی پشت پر کنارہ کو ایک اونچا سا گھورا تھا جس پر کھڑے مسٹر شیرا دیدار جاناں میں محو تھے۔ ہم پہنچے تو مسٹر شیرا غرائے مگر ہم نے قطعی نوٹس نہ لیا اور ہم بھی اسی سمت دیکھنے لگے کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ فاصلہ پر ایک درخت کے نیچے وہ گلدستۂ خوبی و حدیقۂ محبوبی جلوہ افروز ہے۔ ہم کیا بتائیں کہ مس گرے ہاؤنڈ کے لاثانی حسن کو دیکھکر ہمارا کیا حال ہُوا۔ اس حسن کی دیبی کا خاکی رنگ تھا اور پیشانی پر سفیدی مائل ٹیکا کیا تھا کہ عشاق خستہ جاں کے لیئے پیغام موت۔ چھریرہ بدن اور سڈول و موزوں اعضاء اور اس پر سیاہ رنگ کی دُم! بس عجب عالم تھا۔ شاید صائب نے اسی حسینہ کی شان میں کہا ہے ع

صید از حرم کشد خم جعد بلند تو
فریاد از تتاول مشکیں کمند تو

خاکی حسن پر سیاہ دُم! بس دل کو کھینچے لیتی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم خود اسیر پنجۂ جاناں ہو کر مسٹر شیرا کے لاتعداد رقیبوں میں سے ہو چکے تھے۔ چنانچہ ہم نے مسٹر شیرا سے کہا جناب من اس حسینہ پر ایک جان چھوڑ ہزار جان سے فدا ہیں۔ بہتر ہو گا

جناب ادھر کا اب رُخ نہ کریں۔"

مسٹر شیرا کی حالت بھی عجیب تھی۔ بولے "چہ پڑی چہ پڑی کا شور ہے ع
منٹ کی رانڈ کام پے اش۔۔۔۔۔۔ میں جاتا ہوں۔۔۔۔۔۔" یہ کہہ کر وہ مس موصوفہ
کے پاس جانے کی نیت سے سڑک کاٹ کر ہماری نظروں سے اوجھل ہو کر
دوسری طرف پہنچے۔

اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی مس موصوفہ کی طرف آ رہا ہے اور
اس کے ارد گرد کئی جنٹلمین ہیں۔ ہم نے اس آدمی کو پہچان لیا یہ بلدیو مہتر تھا،
اور ہمارے یہاں نوکری کر چکا تھا اور ہمیں اچھی طرح جانتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ
مسٹر گرے ہاؤنڈ سینیئر اور مسٹر گرے ہاؤنڈ جونیئر اور کئی مسیں اور بابا لوگ تھے اور
پھر علاوہ ان صاحبان کے مسٹر بلڈاگ د مسٹر سپینیل اور دوسرے جنٹلمین اور
لیڈیز بھی تھیں۔ یہ سب آزاد تھے۔ اور بلدیو مہتر نے آکر مس موصوفہ کو بھی کھول دیا
کھلتے ہی اُنھوں نے عشاق کے خرمنِ دل پر بجلیاں اس طرح گرانا شروع کیں کہ
ہمیں فوراً معلوم ہو گیا کہ یہاں تمام مردوں کا رجحان طبع انہی کی طرف ہے۔ اور
واقعہ یہ ہے کہ مسٹر گرے ہاؤنڈ سینیئر سے لیکر مسٹر اسپنیل تک غرض سب کے سب
اسی ستمگر کے حلقۂ دُم کے اسیر تھے۔ اتنے میں ہماری نظر مسٹر شیرا پر پڑی اور ساتھ
ہی ان لوگوں نے بھی مسٹر موصوف کو دیکھا۔ ایک دم سے غول کے غول نے یعنی پوری
سسرال نے مسٹر شیرا پر جو ابھی کھیلنے کی نیت سے حملہ بول دیا۔ غرض چشم زدن میں
نہ صرف رقیبوں ہی نے مسٹر شیرا کو کاٹنا اور گھسیٹنا شروع کیا بلکہ خود معشوقہ صاحبہ

معہ بہن بھائیوں کے لپٹ پڑیں۔ غرض تمام سسرال یعنی ساس اور سسرے اور چھوٹی سالیاں اور سالے سب ان پر بُری طرح ٹوٹ پڑے اور سب نے مسٹر موصوف کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ مگر واہ رے ثابت قدمی! دراصل مسٹر شیرا ایسے عاشقوں میں نہ تھے۔ مگر کہاں ایک اور کہاں یہ مجمع اور گھمسان۔ چشم زدن میں مسٹر شیرا گرائے گئے۔ مسٹر ٹرے ہاؤنڈ سینیئر کے خوفناک جبڑوں میں مسٹر شیرا کی گردن تھی اور پچھلی ٹانگیں خود ان کی معشوقہ کے منہ میں تھیں۔ غرض یہ حالت تھی کہ عضو عضو ایک ایک کے منہ میں اس طرح تھا کہ مسٹر موصوف ہوا میں معلق تھے اور اس قدر زور سے کھینچے جا رہے تھے کہ اگر کہیں زیادہ موٹے نہ ہوتے تو شاید بیچ میں سے ٹوٹ جاتے۔ گویا اب شکنیں نکالی جا رہی تھیں یا پھر یوں کہیئے کہ رسّا کشی ہو رہی تھی کہ اتنے میں بلیو ہیتھر کے لٹھ جو ان پر پڑے تو ہمارا بھی پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اب تک خیر ہم بھونک ہی رہے تھے۔ مگر اب ہم دوڑے اور مسٹر شیرا کے اوپر حملہ کی نیت سے آگے بڑھے۔ اتنے میں نہ معلوم کس طرح مسٹر شیرا نے اپنے کو چھڑا لیا اور بھاگتے ہوئے ہماری ہی طرف آئے۔ اس مجمع نے پھر ایک دفعہ مسٹر شیرا کو پکڑا کہ ہم بھی شریک جنگ ہو گئے دوڑ کر ہم نے مسٹر شیرا کے بائیں پیر میں کاٹا ہی تھا کہ ہمیں ہماری تی آور معشوقہ نے گردن پکڑ کر زمین سے اٹھا لیا اور دو جھٹکے تو اس زور سے دئیے کہ ہماری ہڈی ہڈی ہل گئی مگر بلیو ہیتھر جو ہمارا قدیم نمک خوار تھا آ پہونچا اور اس نے مس موصوف کو لٹھ مار کر ہمیں ان کے پنجہ سے رہائی دلوا کر گود میں اٹھا لیا۔ ہم بلیو کی گود میں تھے اور بھونک رہے تھے۔ ہمارا بس نہ تھا

کہ ہم اس جنگ عظیم میں شریک ہو کر موصوفہ سے خراج تحسین حاصل کریں۔ ہمیں تو موصوفہ کی دست درازی سے قطعی شکایت نہ تھی اور درحقیقت ہم چاہتے تھے کہ ان سے تعارف حاصل کریں۔ اتنے میں مسٹر شیرانے اپنے کو چھڑالیا اور بری طرح بھاگے اور ان کے پیچھے سارا مجمع۔ بل یو ہمارا قدیم نمک خوار تھا ورنہ ہمیں دو شریک پڑے گیا اور ہمارے بنگلہ کی طرف چھوڑ کر ہمیں خوب ڈانٹا۔ ہم قطعی لوٹ آتے اگر وہ ہمیں اینٹ پتھر نہ مارتا۔

(۵)

صبح ہمارے جوڑوں میں درد تھا کیونکہ ہمیں گرے ہاؤنڈ نے ہمیں ذرا ضرورت سے زیادہ بیدردی سے جھنکا تھا۔ برآمدہ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہم ایک ہڈی سے شغل کر رہے تھے اور جب اس میں کچھ باقی نہ رہا تو اس کو چھوڑ کر اپنی محبوبہ کے خیال میں مستغرق ہو گئے۔ کچھ فاصلہ پر مولانا ٹینی معہ اپنی بیگمات کے ٹہل رہے تھے کہ ان کی ایک بیگم صاحبہ ہمارے قریب آئیں اور اس بیکار ہڈی کی طرف چلیں۔ جیسا کہ ایک جنٹلمین کو چاہیئے ہم نے نہایت ہی احترام سے ان سے کہا محترمہ آپ میری ہڈی کو نہ چھوئیں!"
مسز ٹینی بولیں "مگر جناب تو اس سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے!"
ہم نے کہا "اس سے یہاں بحث نہیں۔ یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔"
"افسوس کہ میں نہیں مان سکتی" مسز ٹینی یہ کہہ کر ہڈی کی طرف بڑھیں۔

غرا کر ہم نے کہا "محترمہ پھر آپ یہ نہ کہیں کہ ہیں نے بدتمیزی کی واضح ہو کہ اگر آپ ایک معزز لیڈی ہو کر میرے ساتھ ایسا برتاؤ کریں گی تو ہیں بھی آپ سے ویسا ہی برتاؤ کروں گا اور آپ کی دُم ڈم نوچ لوں گا۔"

مسز ٹینی بولیں۔ "آپ مجھ سے بدزبانی کرتے ہیں میں "اُن سے" (یعنی مسٹر ٹینی) سے کہہ دوں گی"۔

یہ کہہ کر وہ ہڈی پر جھپٹ ہی پڑیں اور ساتھ ہی ہم نے بھی اِن پر حملہ کر دیا۔ گرگڑا کر اُنھوں نے ایک چیخ ماری کیونکہ ہم نے ان کی خوبصورت دم کے دو تین پر نوچ لئے تھے۔ مولانا ٹینی آواز سن کر ہماری طرف لپکے اور سخت ترشروئی سے کہا۔ "شرم نہیں آتی عورتوں پہ ہاتھ اُٹھاتے ہو۔ بے غیرت ہو صنف نازک کی عزت نہیں کرتے اگر کچھ زعم ہے آؤ مردوں سے سامنا کرو۔"

ہم نے غصہ سے کہا معاف کیجئے۔ مسٹر ٹینی شاید آپ کی شامت آرہی ہے۔ آپ کو اگر لڑنے کا خیال ہے تو سارے خاندان کو بلا لیجئے۔"

مسٹر ٹینی نے اپنی گردن کے زریں بالوں کو پھیلا کر اپنی چونچ ہماری ناک کی سیدھ میں کر کے گردن بڑھا کے کہا۔ "تجھ جیسے کو مسٹر کہا بندہ آپ سے لڑنے کے لئے تنہا ہی کافی ہے! ضرب من نوش کن، یہ کہکر اُنھوں نے جھپٹ کر ہمارے منہ پر ایک چوٹ گہری تو دی۔ ہم نے بھی غرا کر ان پر حملہ کیا کہ ایک ملازم نے بیچ بچاؤ کر دیا اور ہم رک گئے۔ مسٹر ٹینی نے اکڑ کر بازوں سے اپنا سینہ کوٹ کر زور سے ککڑوں کوں کر کے ہم سے کہا۔ "نوکر نے آج تمہیں بچا لیا تو کیا

کسی نہ کسی روز اس گستاخی کی پاداش میں تم کو قتل کردونگا"
حالانکہ مولانا بہادر تھے اور کئی مرغوں سے جیت چکے تھے۔ مگر ہم آپ سے صحیح عرض کرتے ہیں کہ ہم ان سے قطعی نہ ڈرتے تھے۔ گو کہ وہ قد میں اور طاقت میں شاید ہمارے ہی برابر تھے۔ ہم ان کی اس حماقت آمیز بات کا جواب ضرور دیتے مگر ہم نے ایک گلہری کو دیکھ پایا اور اس پر جھپٹ پڑے۔ اس کے بعد یہاں تک کا رُخ کیا اس نیت سے کہ موقع ہو تو ذرا کوئے جاناں کی سیر ہی رہے۔

دوپہر کا وقت تھا کہ ہم اپنی محبوبہ کے بنگلے پر پہونچے۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو ہماری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مسٹر شیرا اُس شوخ ستمگر سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہم حملہ آور ہونے ہی کو تھے کہ بندوق کا ایک دھماکہ ہوا اور مسٹر لینڈی دردناک آواز سے چیخ مار کر گر پڑے پھر اُٹھ کر گرتے پڑتے بھاگے مگر بھلا زخمی ہو کر کیا بھاگتے اور پھر خود اس نے جس سے یہ راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے ان محبوبہ کا گلا دبایا اتنے میں مسٹر گرے ہاؤنڈ جونیر و سینیر اور دوسرے جنٹلمین آ گئے اور مسٹر لینڈی کو قتل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر تو ہم نے صبر سے کام لیا یعنی کھڑے بھونکتے رہے مگر آخر کار نہ رہا گیا اور دوڑے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارا قدیم نمک خوار یعنی بلدیو مہتر ایک موٹا سا لٹھ لئے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ اس نے ہمیں ڈرا کر دور بھگایا اور پھر مسٹر لینڈی کا مارے لٹھوں کے سر پھوڑ ڈالا۔ دور سے ہم نے دیکھا کہ گو مسٹر لینڈی کا طائر روح پرواز کر چکا تھا مگر وہ نوچے جا رہے تھے۔ بہت جلد بلدیو مہتر نے

مسٹر لینڈی کی لاش کو ٹانگ پکڑ کر بنگلہ کے احاطہ کے باہر ایک کنارہ ڈال دیا۔

میں گرے ہاؤنڈ مع دوسرے لیڈیز اور جنٹلمین کے بہ تعاقب مسٹر لینڈی شادان دفرحاں دوڑ رہی تھیں ہمنے مناسب خیال کیا کہ ہم بھی اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ سوچکر ہم آگے بڑھے۔ جیسے ہی ہمیں ان لوگوں نے دیکھا سب کے سب ہم پر حملہ آور ہوئے خود اس معشوق رعنا نے ہمارے اوپر حملہ بول دیا اور چشم زدن میں ہماری بھی وہی حالت ہوئی جو مسٹر شیرا کی ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ یعنی یہ کہ ہم ہوا میں معلق چاروں طرف سے کھینچے جارہے تھے اس کشمکش میں ہماری زبان پر حضرت سرمدؒ کا یہ شعر جاری تھا ع

عمریست کہ آوازۂ منصور کہن شد
من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

اور ہم قطعی موت کے لیئے تیار تھے کہ اتنے میں بل یو مہتر آپہنچا اور اس نے ہماری ٹانگ پکڑ کر ان ظالموں سے چھڑایا۔ مگر رقیبانِ روسیاہ اور وہ معشوق ستمگر چونکہ گرے ہاؤنڈ خاندان سے تعلق رکھتے تھے لہٰذا سب نے اپنے دونوں پچھلے پیروں پر کھڑے ہو کر ہمارے اوپر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ ہمیں بل یو مہتر ٹانگ پکڑے اپنے سر سے بھی اونچا لٹکائے ہوئے تھا مگر ہم اُلٹا لٹکے ہونے پر بھی مارے غصے کے دشمنوں کو للکار رہے تھے۔ مگر ان قزاق اور رقیبوں نے چاروں طرف سے بل یو مہتر کے بدن پر اپنے اگلے پنجے ٹیک کر اور نگود کو دکر ایسا

سخت حملہ کیا کہ ہماری جان حزیں معرض خطر میں پڑ گئی اور مجبوراً بلدیو نے لٹھ پھینک کر اپنا دوسرا ہاتھ بھی خالی کیا اور ہماری دوسری ٹانگ پکڑ کر ہماری جان بچانے کی یہ ترکیب نکالی کہ ہمیں چکر دینا شروع کیا۔ وہ خود چکر کھا رہا تھا اور ہم الٹے لٹکے ہوئے گھمائے جا رہے تھے اور ادھر اُدھر رقیبان روسیاہ مع ہماری معشوقہ کے کود کود کر بھونک رہے تھے۔ بلدیو مہتر چلا رہا تھا۔ وہ اتنا گھوما کہ اس کو چکر آ گئے اور کئی ملازم ہماری جان بچانے کیلئے دوڑے مگر جب تک وہ یہاں پہنچیں بلدیو مہتر کے ہاتھوں سے ہماری ٹانگیں چھوٹ گئیں اور ہم دور جا کر گرے۔ خوش قسمتی سے ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان لٹھوں سے مسلح ملازم آ گئے تھے اور ہمیں بچنے کا موقع مل گیا۔ ہم دوسرے راستے سے نکل کر بھاگے اور بھاگتے ہی ہیں مسٹر بینڈی کی لاش نظر پڑی جو ایک کوڑے کے ڈھیر پر پڑی تھی۔ موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ہم سیدھے اپنے بنگلے کی طرف بھاگے اور دور سے دیکھا کہ بلدیو مہتر کو دوسرے ملازم اٹھا رہے ہیں۔ اس کو چکر آ گئے تھے۔ دل میں ہم نے کہا کہ ہمارے نمک خواروں میں واقعی بلدیو مہتر بہترین ہی شام کو ہمارے بنگلہ پر بلدیو مہتر آیا۔ سیٹی دے کر ہم بلائے گئے اور وہ ہما آقا سے نہ معلوم کیا کہہ گیا کہ ہم فوراً کھونٹے سے باندھ دئے گئے۔

بندھے بندھے ہماری اب یہ حالت تھی کہ ع

گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے
نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے

کیونکہ جب ہم تصورِ جاناں سے پریشان ہو کر چلّاتے تو ملازم آکر ہمیں مارتا غرض ہماری جان ایک مصیبت میں تھی۔ دردِ ہجر، بیماری فرقت سے رنجور اور پھر طرہ یہ کہ گلو بہ زنجیر۔ کیا بتائیں کہ فرقت کی گھڑیاں کس طرح کٹتی تھیں اور پھر اس پر مصیبت مزید یہ کہ بجائے غمخواری کے مسٹر ٹینی اور ان کی تمام بیگمات تھیں جو دن بھر طرح طرح سے ہمیں دق کرتی تھیں گلہریاں ہمارے چاروں طرف آزادی سے دوڑتی پھرتی تھیں اور میڈم بلی مزے سے ہماری مملکت میں گشت کرتی تھیں۔

وہ دن بھی کیا ہی بھلا معلوم ہوا جب ہفتہ بھر کی قید کے بعد ہم کھولے گئے۔ بڑی تیزی سے اوّل تو احاطہ بھر میں بنگلہ کے اس زور سے دوڑے اور اتنے چکر لگائے کہ ہانپ گئے۔ محض جوش میں آکر اور دلچسپی کے لئے مسٹر ٹینی پہ پر حملہ کر دیا اور تمام گلہریوں کو مجبور کیا کہ درخت پر پناہ لیں۔ اس کے بعد کئی مناسب مقامات پر سونگھ کر بعد تحقیقات پیشاب کیا۔

طبیعت میں بوجہ آزادی کے جولانیت تھی اور مس گرے ہاؤنڈ کے بنگلے پر جانے کا ہم پروگرام بنا رہے تھے۔ بقول حضرت غالبؔ ہمارا حال یہ تھا ع

پھر پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامانِ صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

اُس روز کی رقیبوں کی "کاٹ" بالکل بھول گئے۔ القصہ سیدھے ہم موصوفہ کے بنگلہ پر پہونچے۔ چاروں طرف نظر دوڑائی مگر کسی کو نہ پایا۔ مایوسی ہوئی اور گھومتے گھامتے مسٹر لینڈی کی نعش کا معائنہ کرنے کی نیت سے چلے ہمارے یہاں کی تہذیب ہے کہ لاشہ کے قریب کوئی نہیں جاتا ہے مگر وہاں تو اس شہید ناز کی لاش بھی نہ تھی حالانکہ وہ ہمارے رقیب تھے مگر اس امر سے ہم ہرگز انکار نہ کر سکتے تھے کہ راہِ عشق میں اُنھوں نے ثابت قدمی سے کام لیا اور وہ تمام جوہر دکھائے جن کی وجہ سے ہماری نیک قوم مشہور ہے۔

ہم سونگھتے ہوئے آخر اُس مقام پر پہونچے جہاں مسٹر لینڈی کی لاش پڑی تھی اس شہید مرد کے مرقد کی طرف ہم نے دیکھا اور تمام فلسفہ عشق ہمارے دماغ میں تازہ ہو گیا۔ ہمارے دل میں بے شک اس رقیب کی عزت تھی اور ہم نے دعا مانگی کہ الٰہی تو ہم کو بھی ایسی ہی توفیق دے۔

بالآخر ہم اس کشتۂ جفا کے مرقد پر نہایت ہی احترام سے پیشاب کر کے رخصت ہوئے۔

واپسی سے پہلے ہم نے چاہا کہ ایک مرتبہ اور دیکھ لیں کہ مس گرے ہاؤنڈ ہیں بھی یا نہیں کہ اتنے میں بلدیہ مہتر نے ہمیں دیکھ پایا۔ ہم اپنے قدیم نمکخوار کے پاس دوڑ کر پہونچے اس نے ہمیں گود میں اُٹھا لیا اور ایک زنجیر سے باندھ کر جو ایک ہنٹر سے ہمیں مارنا شروع کیا تو بس لٹا لٹا دیا۔ غرض اتنا مارا کہ بے حال کر دیا مگر ہم ع

این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

سب برداشت کیا کیئے۔ بعد مرمت بسیار ہ تا سیہ چھا ہمیں لیکر ہمارے بنگلہ پر پہنچا۔ یہاں ہماری تلاش پیشتر ہی سے ہو رہی تھی یہاں آکر پھر ہمارے آقا صاحب نے ہماری مرمت شروع کی اور وہ بھی اس بُری طرح کہ باید و شاید۔

ابھی ابھی پٹ کر آ رہے ہیں اور کم از کم فی الحال تو ہمیں گھر سے بائد نامہ کے خیال ہی سے روح کانپ رہی ہے۔ مگر آئندہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

ہمارے مہمان

آج ہمارے بنگلے میں بڑی گڑبڑی ہو رہی تھی۔ اس وجہ سے کہ ایک بڑی سی بیل گاڑی آئی اور اس میں سے بہت سے لوگ اترے۔ اترنے والوں میں بکرے بکریاں مرغے وغیرہ تھے۔ ہم نے اصولاً ان مہمانوں پر فوراً بھونکنا شروع کیا اور یہ واقعہ ہے کہ اگر کہیں ملازم ہمیں روک نہ لیتے تو ہم کسی نہ کسی کے ضرور کاٹ کھاتے۔ جب ہم نے دیکھا کہ کوئی موقع نہیں کہ کسی کے کاٹا جاسکے یا کسی پر کافی بھونکا جاسکے تو ہم چلے گئے کہ دوپہر کو ان لوگوں سے ملاقات کریں گے۔

(۱)

دوپہر کو ایک پیر مرد اصطبل کے سامنے ٹہل رہے تھے۔ وضع قطع سے باوضع اور متشرع معلوم دیتے تھے سیاہ رنگ تھا اور بہت عمدہ گھومے ہوئے سینگ تھے اور خدا جھوٹ نہ بلائے آدھ بالشت کی ڈاڑھی تھی۔ ہم ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے گردن نیچی کرکے سر کی ٹکر سامنے کی۔ مگر چونکہ ہم مصالحت کی نیت سے گئے تھے۔ لہٰذا ہم نے ان سے کہا "کیا میں اپنے نووارد دوست کا نام دریافت کرسکتا ہوں"؟

خاکسار کو نواب بکرالدولہ بکرالملک کہتے ہیں۔ یہ کہکر بق بق کرکے وہ

ایک دم سے ہماری طرف دو قدم بڑھ کر گردن ٹیڑھی کر کے اپنے دونوں پچھلے پیروں پر کھڑے ہو گئے۔ ہم ایک دم سے اُچک کر علیحدہ ہو گئے اور ہم نے کہا۔

"واہ نواب صاحب یہ کون سی تہذیب ہے"؟

نواب صاحب نے کہا "جی" اور یہ کہہ کر پھر وہی بق بق کر کے کھڑے ہو گئے۔

ہم نے کہا "آپ سخت بد تہذیب ہیں"۔ اور یہ کہہ کر ہم چلے کہ وہ ہمارے اوپر حملہ آور ہوئے اور ہم بال بال ان کی خطرناک ٹکر سے بچے۔ ہم نے دل میں کہا کہ یہ شخص بھی سخت مغرور ہے۔ ہم باغ کی طرف جا رہے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک زبردست مرغ صاحب نے ایک سیاہ بکری کے بچے کو الٹی میٹم دے رکھا ہے۔ بکری کے صاحبزادے صاحب جو بکرال دولہ کے شاید لخت جگر تھے بالکل نو عمر تھے اور وہ بڑے زور سے گردن جھکائے ٹکر تانے کھڑے تھے اور سامنے نووارد مرغ صاحب گردن پھولائے کھڑے تھے ہم پہنچے اور ہم نے کہا یہ کیا معاملہ ہے کیوں خوامخواہ آپ لوگ لڑتے ہیں۔ مرغ صاحب علیحدہ ہو گئے اور کہنے لگے "خوامخواہ مجھ سے یہ جنگ مول لیتے ہیں"۔ ہم نے بکری کے بچے سے کہا میاں صاحبزادہ آپ کا نام کیا ہے؟

میرا نام ماسٹر کِڈ (Master Kid) ہے"۔

"آپ نواب صاحب کے صاحبزادے ہیں" ہم نے پوچھا۔

"جی ہاں" ماسٹر کِڈ نے کہا۔

"جناب کا اسم گرامی؟ ہم نے نووارد مرغ سے پوچھا۔

مرغ صاحب بولے "خاکسار کو سر ڈی کاک یا ڈی کاک" کہتے ہیں"۔

اچھا! تو آپ نائٹ ہیں یعنی سر کا خطاب رکھتے ہیں"۔ ہم نے تعریف کے طور پر کہا۔ جناب کی مسٹر ٹیپی یعنی مولنا ٹیپی سے ملاقات ہوئی یا نہیں؟"

ابھی تو کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ مگر میرا ارادہ ہے کہ اُن سے لڑوں اور جلد لڑ کر اِن کی تمام بیگمات حاصل کر لوں"۔ اتنے میں ماسٹر کڑا پنے باپ کی طرح تک تک کر کے دو پیروں سے کھڑے ہو گئے۔ سر ڈی کاک چونک پڑے اور ہم نے مہر ہٹکر کہا "تم بڑے بد تمیز اور نالائق لڑکے ہو بڑوں کا لحاظ نہیں کرتے"۔ انھوں نے بجائے نصیحت حاصل کرنے کے پھر وہی بدتمیزی کی تو ہم نے کہا کہ اگر تم نہ مانو گے تو ہم تمہیں کاٹ کھائیں گے"۔ ماسٹر کڑے نے ٹکر تان کر کہا "میں والد صاحب قبلہ سے کہدوں گا"۔ اور یہ کہکر پھر وہی نالائق حرکت کی۔ ہم نے مجبوراً دوڑ کر اُن کی ٹانگ آہستہ سے پکڑ کر فوراً چھوڑ دی۔ ہائے توبہ کر کے وہ بری طرح بھاگے اور ہم اُن کے پیچھے دوڑے ایک ملازم نے ہمیں ڈانٹا اور ہم فوراً پکڑ کر باغ میں باندھ دیے گئے۔

(۳)

ہم بندھے بندھے سو گئے کہ ہمارے کان پر کسی نے چونچ ماری ہم نے اُسی طرح پڑے پڑے آنکھ کھول کر دیکھا تو کسی مرغی کے بچوں کو اپنے پاس ٹہلتے ہوئے پایا۔ ایک کڑک بیگم بھی کھڑی تھیں۔ ہم جمائی لے کر اُٹھے تو مرغی کے بچے ہمیں تعجب اور ڈر سے لمبی لمبی گردنیں کر کے دیکھنے لگے۔ کڑک بیگم بھی قریب آگئیں ہم نے نہایت احترام کے ساتھ ان سے یوں گفتگو کی "کیا میں معلوم کر سکتا ہوں کہ محترمہ آپ کا نام کیا ہے۔ اور یہ کہ قریب ڈیڑھ درجن کے لخت جگر کس کے ہیں"۔

"میں لیڈی کاک ہوں اور یہ کُل بچے سر ڈی کاک کے اور میرے ہیں"۔

"اچھا" ہم نے نہایت تہذیب سے کہا۔ "آپ مسز کاک ہیں"۔

"جی نہیں" انھوں نے جھلا کر کہا۔ "مسز کاک نہیں بلکہ لیڈی کاک"۔

"اوہ معاف کیجئے گا لیڈی کاک۔ لیڈی کاک" ہم نے سر ہلا کر کہا۔

اتنے میں ہمارے قدیمی دوست مسٹر ٹینی ایک دم لیڈی کاک پر حملہ آور ہوئے اور انھیں سارے باغ میں کھدیڑ مارا۔ وہ بہت جلدی مع اپنے بچوں کے بھاگ گئیں۔ مسٹر ٹینی ہمارے پاس آئے اور آتے ہی بولے۔ "مسٹر ٹامی ایک نالائق مرغا آیا ہے"۔

"جی ہاں سر ڈی کاک آئے ہیں۔ کیا آپ کی ان سے کوئی لڑائی ہوئی"۔

"ہاں یوں ہی معمولی سی ہوئی کہ نوکروں نے بیچ بچاؤ کرادیا۔ میں اب تاک میں ہوں۔ لیڈی کاک تم سے کیا کہہ رہی تھیں"۔

"کچھ نہیں یوں ہی باتیں ہو رہی تھیں"۔

"مسٹر ٹینی بولے۔ "واللہ ہیں بہت حسین"۔

اتنے میں مسٹر ٹینی کی ایک کڑک بیگم آگئیں۔ مسٹر ٹینی تو ان پر فدا ہی تھے فوراً ان کے پیچھے دوڑے اور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو یہ مصرعہ پڑھ رہے تھے۔ ع

بحسرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہٗ

ہم نے ان کی زندہ دلی کی وجہ دریافت کرتے ہوئے کہا کہ "آخر آپ

کرٹک ہو جانے پہ کیوں اپنی بیگمات کی طرف خاص التفات کرتے ہیں۔"
اس کا جواب وہ دینے ہی کو تھے کہ سر ڈی کاک کے جنگی نعرے نے انھیں مخاطب کیا۔ مسٹر ٹینی نے بھی نعرہ مارا اور تھوڑی دیر میں دونوں میں خطرناک جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں برابر کی چوٹ لڑ رہے تھے کہ ایک ملازم دوڑ پڑا اور اس نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ مسٹر ٹینی دوسری طرف بھگا دی گئے اور سر ڈی کاک بانگ دیتے ہوئے ہماری طرف آ نکلے۔ باتوں ہی باتوں میں کہنے لگے کہ "یہاں اور کوئی کتا نہیں ہے؟"
ہم نے کہا "یہاں تو بندہ ہی واحد مالک ہے"
ڈی کاک نے کہا۔ "شام تک شاید مسٹر ایل وہائٹ آ جائیں گے وہ تو ہماری گاڑی کے ساتھ ہی آ جاتے مگر ضرور تا روک لیے گئے شام تک ضرور آ جائیں گے۔"
ہمیں یہ معلوم کر کے غصہ آیا کہ کوئی دوسرا کتا بھی ہمارے یہاں آ رہا ہے اور وہ بھی لینڈی خاندان کا۔ ہم نے طے کر لیا کہ ہم انھیں ضرور مار ڈالیں گے۔ سر ڈی کاک نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے کہا "مسٹر ٹامی.... آپ کا اسم گرامی یہی ہے نا مجھ سے مسز ٹینی نے کہا جن کو اب میں نے مسٹر ٹینی سے چھین لیا ہے (وہ بھی قریب ہی کھڑی تھیں)"
میں نے کہا "جی ہاں مجھے ٹامی فاکسٹیریر وہائٹ کہتے ہیں۔"
"بہت خوب" ڈی کاک بولے آپ کا بندھے بندھے جی نہیں گھبراتا۔"

"گھبرانا کیوں نہیں ہے۔ مگر کیا کروں"۔

"آپ کو کیوں باندھ دیا گیا ہے"؟ ڈی کاک نے پوچھا۔

ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر، ہم نے دل میں کہا۔ پھر مسٹر ڈی کاک بولے۔

"جی کیا بتاؤں۔ اسی خیال سے باندھ دیا ہے کہ کہیں آپ نو واردین میں سے کسی کو کاٹ داٹ نہ کھاؤں۔ معاف کیجئے گا۔ آپ کے ساتھ آنے والوں میں سوائے آپ کے کوئی معقول شخص بھی نہیں معلوم ہوتا"۔

"یہ تو آپ صحیح کہتے ہیں" ڈی کاک نے کہا "دیکھئے ماسٹر گِٹ خواہ مخواہ مجھ سے لڑ رہا تھا۔ سخت بد تمیز لڑکا ہے"۔

ہم نے کہا "اُن کے والد صاحب مسٹر گوٹ بھی بد اخلاق ہیں"۔

ڈی کاک نے اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے "آپ کا جی گھبراتا ہو تو میں آپ کو رہائی نہ دِلوا دوں"۔

"وہ کِس طرح؟" ہم نے کہا۔

"زنجیر کاٹ دوں گا"۔ ڈی کاک بولے "یا کھونٹا اُکھاڑ دوں گا"۔

ہم نے متعجب ہو کر کہا۔ "بھلا! آپ زنجیر کیسے کاٹ دیں گے؟"

ڈی کاک نے کہا۔ "زنجیر پر ٹھونگ مار کر"۔

ہم نے کہا "آپ کو مغالطہ ہے جناب زنجیر تو دیکھئے کہیں آپ کی چونچ میں نہ لگ جائے"۔

ڈاکٹر کاک نے غور سے جُھک کر زنجیر کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولے" کچھ مشکل تو نہیں ہے۔ کیونکہ میری چونچ بہت سخت ہے۔"

آپ کو تعجب ہو گا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک خربوزہ میں چونچ ماردی تھی، تو خدا جھوٹ نہ بلائے پوری کی پوری اُس میں پیوست ہو گئی تھی۔"

ہم نے ڈاکٹر کاک سے کہا۔" واللہ آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ کہاں خربوزہ اور کہاں لوہا۔"

عرض کرتا ہوں نا" ڈاکٹر کاک نے کہا۔ خاکسار کی چونچ کے آگے لوہا کوئی چیز نہیں اور پھر آپ کو رہائی حاصل کرنے سے مطلب۔ بالفرض اگر زنجیر مجھ سے نہ بھی ٹوٹی تو کھونٹا تو میں دو تین ہی لاتوں میں اُکھاڑ دوں گا۔"

" ہم نے کہا" شکریہ۔ بسم اللہ۔ زنجیر توڑ دیجئے۔ مگر پھر یہ نہ کہیئے گا کہ خواہ مخواہ تیری وجہ سے میرے چوٹ لگ گئی۔"

ڈاکٹر کاک مسکرائے اور کہنے لگے۔" آپ کو تعجب ہو گا والد صاحب قبلہ کی موت کیسے واقع ہوئی؟"

ہم نے کہا" کیسے"؟

" یہ تو لوہا ہے۔ والد صاحب ایک مرتبہ کہیں ایک سونے کی زنجیر پا گئے جو آٹے میں لتھڑی ہوئی تھی چنانچہ جھٹ جھٹکا کر توڑ کر اُس کو کھا گئے۔ مگر آپ خود خیال کیجئے کہ طاقتور شخص زنجیر کو جھٹکے تو کیا حال ہو گا۔ اس میں سچے موتی وغیرہ لگے تھے وہ جھٹکوں سے ٹوٹ گئے۔ مالک تھا نالائق۔ وہ ان کے پیچھے دوڑا اور اُن کو پکڑ کر

خواہ مخواہ ذبح کر کے زنجیر نکال لی۔ آدمی بھی کس قدر ذلیل ہوتے ہیں کہ ایک ذراسی زنجیر کے پیچھے ان کے سے طاقتور اور شہزور مرغ کی جان لے لی"۔

ہم نے کہا "وہ بات اور ہے اور یہ زنجیر اور ہے۔ خیر میں بہت مشکور رہونگا اگر جناب اس آہنی زنجیر کو اپنی فولادشکن ٹھونگ سے کاٹ دیں"!

ڈی کاک نے اپنی چونچ سے زنجیر کو دبا کر دیکھا اور مسکرا کر بولے "ابھی کاٹے دیتا ہوں"!

ہم نے کہا "بسم اللہ"

ڈی کاک نے اپنی چونچ زمین پر گھسکر زنجیر پر زور سے ماری کچھ خفیف سے ہوئے تو جوش میں آکر بڑے زور سے دو تین چونچیں اس زور سے کس کر دیں کہ چونچ جھلا گئی۔ تو غصے میں آکر زنجیر کی طرف اس طرح گردن پھلا کر دیکھنے لگے کہ کسی دوسرے مرغ سے لڑتے ہیں۔ اور خوب اچک اچک کر ٹھونگیں لگانی شروع کیں شاید ان کی چونچ زنجیر کی کڑی کے کسی حلقہ میں پڑ کر زمین پر لگی جو وہ سمجھے کہ میری چونچ فولاد کے پار ہو کر زمین میں در آئی۔ چنانچہ فوراً ہی ہماری طرف مسکرا کر بولے "تسلیم لیجئے زنجیر کٹ گئی"۔

ہم نے ہنس کر "جناب کہاں کٹ گئی"۔

"یہ دیکھیئے" ڈی کاک نے زنجیر کی کڑی کے سوراخ کو بتا کر کہا۔ "بس ذرا سی رہ گئی ہے آپ ایک جھٹکا دیں اور الگ ہو جائے گی"۔

ہم نے کہا "واہ جناب ایسے سوراخ تو ساری زنجیر میں ہیں۔ یہ دیکھئے

شروع سے آخر تک ایسی ہی ہے۔"

ڈی کاک برا مان کر بولے۔" جناب آپ غلط کہتے ہیں۔ میں قسمیہ کہتا ہوں کہ میری چونچ فولاد کو کاٹ کر زمین میں دراتی اور یہ زنجیر یہاں سے کٹ کر تھوڑی سی رہ گئی ہے آپ جھٹکا تو دیں۔"

ہم نے بیوقوفی میں آکر کئی زور زور سے جھٹکے دئے اور وہ بھی ایسے کہ پھانسی کے مزے آ گئے۔ ڈی کاک نے مسکرا کر ہم سے کہا۔" مسٹر ٹامی معاف کیجئے گا آپ میں کچھ طاقت نہیں ہے اور کاش کہ میری ٹانگ اس زنجیر میں بندھی ہوتی تو میں آپ کو دکھاتا کہ زنجیر کیسے توڑتے ہیں۔ افسوس میں اس سے زیادہ زنجیر نہیں کاٹ سکتا کیونکہ باریک کناروں پر میری چونچ کام نہیں کر سکتی اگر آپ کہیں تو پھر کھونٹا اکھیڑ دوں۔"

ہم نے کہا جناب من! کھونٹا ضرورت سے زیادہ مضبوط گڑا ہے۔ اس کھونٹے میں مسٹر بیل بندھتے تھے۔ وہ دیکھئے پرانی رسی کے ٹکڑے کھونٹے کے سرے سے اب تک لٹک رہے ہیں۔"

ڈی کاک مسکرا کر بولے "لاحول ولا قوۃ بھلا بیل میں بھی طاقت ہوتی ہے؟ وہ تو مٹی کے تودے کی طرح بوجھ لادے سکتے ہیں۔"

ہم نے کہا۔" آپ تو بیل گاڑی پر بیٹھ کر آئے ہیں طاقت نہیں تو اتنی بیل گاڑی کو یوں ہی کھینچتا ہے؟"

ڈی کاک مسکرائے اور کہنے لگے۔" مسٹر ٹامی! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

شایا آپ : تو جرِ ثقیل کا علم جانتے ہیں اور نہ علم الحرکات یعنی ڈائنامکس (جانتے ہیں۔ اجی حضرت اس میں تو پہیئے لگے ہوئے ہیں اِس وجہ سے گاڑی چلتی ہے۔ میں تو میں اگر اس میں آپ کا کمزور شخص جوت دیا جائے تو سینکڑوں من بوجھ لاد کر گھسیٹے پھرے۔"

ہم چونکہ ان علوم کو نہ جانتے تھے لہٰذا ہم نے ڈی کاک کے سائنٹفک اصولوں کو تسلیم کرکے کہا کہ اچھا کھونٹا اکھیڑ دیجئے۔"

ڈی کاک نے کھونٹے کے سامنے آکر اس طرح گردن ہلائی جیسے کوئی دوسرا مرغ سامنے کھڑا ہوا اور اُچھل کر زور سے کھونٹے پر لات ماری۔ لات مار کر انھوں نے کھونٹے کے پاس جاکر دیکھا۔ اور اس میں آر پار سوراخ کو دیکھا جو پہلے سے تھا۔ اور جس میں سے رسی نکل کر گئی تھی، اُسے دیکھ کر ہماری طرف مسکرائے اور کہنے لگے۔ "اب اس کو میں کیا کروں"۔

ہم نے سوراخ کو دیکھ کر کہا "کیا ہوا؟"

" اس کی لکڑی اتنی بودی ہے کہ میرا خار اُس پار نکل گیا۔ اگر یہ یہ کا ہوتا یا لکڑی مضبوط ہوتی تو گر جاتا"۔

ہم نے کہا۔ "قبلہ یہ سوراخ تو پہلے ہی سے تھا۔ دیکھئے نا اس میں سے رسی ہو کر گئی ہے"۔

ڈی کاک نے برا مان کر کہا۔ آپ بھی خواہ مخواہ غصہ دلاتے ہیں، گویا میں جھوٹا ہوں۔ اجی حضرت رسی بھی میرے خار کے ساتھ ساتھ گئی ہے

میں نے خود محسوس کیا تھا۔ خیر میں اب کی مرتبہ خار کو بچا کر لات ماروں گا“
یہ کہکر انھوں نے پھر اسی طرح سے لات ماری۔ اور جب کچھ نہ ہوا تو
دو تین لاتیں تڑ اتڑ خوب پھڑ پھڑا کر ماریں کہ اُن کا خار رسی میں اٹک گیا
اور وہ لٹک کر پھڑ پھڑائے اور زور مار کر اوندھے گرے۔ لیکن فوراً اُٹھکر انھوں
ایک لات اور ماری اور پھر اپنے داہنے پر سے اپنی داہنی ٹانگ کو کھجا کر کڑکڑ
کر کے گھوم کر کھڑے ہو گئے اور ایک چونچ ماری۔ اور ہماری طرف دیکھکر کہا۔"اب
کھونٹا جگہ سے ہل گیا ہے۔ بس دو ایک لاتوں کا اور ہے۔ وہ تو لکڑی کمزور
ہے اور کچھ اونچا زیادہ ہے ورنہ کبھی کا اکھاڑ چکا ہوتا“
ہم نے ڈی کاک سے کہا"۔ آپ خواہ مخواہ تکلیف کر رہے ہیں۔
آپ کی لاتوں سے اوپر کی رسی کھل کر ڈھیل گئی ہے۔ آپ کا پیر ایک مرتبہ پھنس
چکا ہے۔ اگر کہیں بری طرح پھنس گیا تو لٹکے کے لٹکے رہ جائیں گے“
مگر ڈی کاک نے ایک نہ سُنی۔ وہ مسٹر ٹیبی کی بیگمات پر جن میں سے
چند اُن کے قبضے میں تھیں اور قریب ہی تھیں، اپنی طاقت کا سکہ بٹھانا چاہتے
تھے۔ چنانچہ وہ لاتیں مارنے لگے۔ دس پانچ لاتیں ہی ماری تھیں کہ ہمارا کہنا
سچ ہوا کہ اُن کا داہنا پاؤں رسی میں اس طرح اُلجھ گیا کہ وہ اُلٹے لٹک کر پھڑپھڑانے
لگے۔ جتنا زور مارا اتنا ہی اور پیر اُلجھ گیا۔ زور کرتے کرتے وہ تھک گئے تو اپنے
لٹکے ہانپنے لگے۔ ہم نے کہا" حضرت ہم نہ کہتے تھے کہ یہ رسی مضبوط ہے آپ پھنس جائیں گے۔
لائیے اب ہم اس کو کاٹ دیں“

"نہیں نہیں" ڈی کاک گھبرا کر بولے "مجھے لٹکا رہنے دیجئے۔ مجھے آپ پر بھروسہ نہیں آپ مجھے ضرور کاٹ کھائیں گے۔"

ہم نے کہا۔ "جناب ہم ایسے شخص نہیں جو ایک دوست کے اس طرح کاٹ کھائیں۔"

"جی نہیں" ڈی کاک نے کہا۔ "ورنہ میں پھر چونچ سے آپ کی آنکھ پھوڑ دوں گا۔"

اتنے میں مسٹر ٹینی آ گئے اور ایک نائٹ کو یوں لٹکا دیکھ کر فوراً حملہ آور ہوئے۔ مسٹر ٹینی نے سر ڈی کاک کو اس بری طرح مارنا شروع کیا کہ ان کو خون خون کر دیا۔ ہم نے مسٹر ٹینی سے ڈی کاک کی سفارش کی تو مسٹر ٹینی نے کہا کہ بھئی تم نہ بولو۔" ڈی کاک نے بھی ہم سے بہادری سے کہا۔ "تم رہنے دو۔" نتیجہ یہ ہوا کہ ڈی کاک کی ساری گردن مسٹر ٹینی نے بری طرح زخمی کر دی۔ ڈی کاک کی خوش قسمتی سے ایک ملازم آ گیا اور اس نے ڈی کاک کو چھڑایا۔ وہ ان کو اپنی گود میں پکڑ کر لے گیا اور مسٹر ٹینی اپنی بیگمات کو لے کر مزے سے باغ میں گلگشت کرنے لگے۔

(۲)

ہم اکیلے بندھے ہوئے تھے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ نواب بکر اللہ اور ماسٹر کڈ چلے آ رہے ہیں۔ ماسٹر کڈ نے آتے ہی ایک عمدہ سے گملے کے درخت کی کونپلیں چکھنا شروع کیں اور خود نواب صاحب بھی کچھ فاصلہ پر ایک پھول

کی بیل خراب کرنے لگے۔ ہم نے ماسٹر ٹ کو پکار کر کہا۔"اِس گملے کو کیوں خراب کرتے ہو؟"

ماسٹر ٹ خفا ہو کر ہمارے پاس ٹکر تان کر آئے اور زنگ مک گئے کے دونوں پیروں سے کھڑے ہو کر ہماری طرف ٹکر تان کر کہنے لگے۔

"ابے کتے لینڈی کے بچے تو کون؟"

ہم نے غصے ہو کر کہا"نالائق ناخلف تو سخت بد تہذیبی کرتا ہے، معلوم ہوتا ہے جلد ذبح ہو گا۔"

ماسٹر ٹ نے کہا کہ پھر بلاؤں والد صاحب قبلہ کو؟"

اتنے میں مسٹر گوٹ خود آ گئے۔ ہم نے اُن سے کہا"مسٹر گوٹ یہ آپ کے صاحبزادے بڑوں کا قطعی ادب نہیں کرتے۔ معاف کیجئے گا۔ یہ تو سوسائٹی میں شریک ہونے کے لائق نہیں۔"

نواب صاحب اس وقت نہایت ہی تہذیب سے بولے میرا خود ارادہ ہو رہا ہے کہ انھیں علیگڑھ بھیج دوں۔ سنا ہے کہ اب لڑکوں کی طرف خاص توجہ کی جا رہی ہے۔"

ہم نے کہا"ہاں ضرور بھجوائیے۔"

نواب صاحب بولے وہاں دینیات کی بھی تعلیم ہوتی ہے میرا ارادہ ہے کہ انھیں عربی اور قرأت بھی سکھائی جائے تاکہ سوٹ بوٹ کے ساتھ مذہب کو بھی نہ بھولیں اور نیک اور متشرع بن جائیں۔"

"ہم وہاں نہیں جائیں گے"۔ یہ کہہ کر ماسٹر کڈے نے تک تک کر کے گردن ٹیڑھی کر کے دو پیر سے کھڑے ہو کر ہمارے اوپر حملہ سا کیا۔ ہم چونک کر ذرا علیحدہ ہو گئے اور ہم نے کہا۔ "یہ دیکھئے ان کی بدتمیزی"۔

بجائے اس کے مسٹر گوٹ کچھ جواب دیں وہ خود بق بق کر کے اسی طرح ہمارے اوپر دو ٹانگوں سے کھڑے ہو کر جھک کر آئے۔

ہم بندھے ہوئے تھے اور ہم نے بھونک کر ان سے کہا۔ "آپ دونوں سخت بدتمیز ہیں۔ مگر نواب صاحب اور بھی مسکرا مسکرا کر اسی طرح بق بق کر کے ہمارے اوپر جھکنے لگے۔ ہم ذرا گھبرائے۔ کیونکہ باپ بیٹے دونوں یہی کر رہے تھے۔ اور ہمارے قریب تر آتے جاتے تھے۔ ہماری زنجیر میں قطعی گنجائش نہ تھی اور یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ہمارے لگ نہ جائے۔ لہٰذا ہم نے چلا کر کہا۔ "واللہ میں کاٹ کھاؤں گا"۔ لیکن وہ بھلا کاہے کو مانتے تھے۔ وہ اور قریب پہونچے۔ جب ہم نے دیکھا کہ یہ نہیں مانتے تو ہم نے ایک مرتبہ تاک کر جیسے ہی ان کا سر نیچے آیا جھپٹ کر ان کی ناک میں کاٹ کھایا۔ نواب صاحب تڑپ کر مع اپنے نالائق بیٹے کے ایسے بھاگے کہ پھر مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

❋ ❋ ❋

تیسرے پہر کو ہم نے دیکھا کہ پھاٹک سے ایک آدمی داخل ہوا اس کے ساتھ زنجیر میں بندھے ہوئے مسٹر لنبڈی تھے ان کا سفید رنگ تھا اور بڑے قوی الجثہ تھے۔ دُم بڑی شان سے کھڑی کئے ہوئے تھے۔ یہ وہی مسٹر لنبڈی

دہانٹ تھے جن کا نوٹس ہم سے مسٹر ڈی کاک نے کیا تھا۔ ہم کیا بتائیں اُن کو دیکھ کر ہمارا کیا حال ہوا۔ مارے غصے کے ہمارے منہ سے جھاگ نکلنے لگے اور ہم زور لگا رہے تھے کہ مسٹر لینڈی نے ہمیں دیکھا لیکن ہم سے لڑنے کی انھوں نے بالکل بیتابی ظاہر کی محض ہماری طرف آنا چاہا کہ ان کو آدمی نے اپنی طرف گھسیٹ لیا اور نہ آنے دیا۔ تھوڑی دیر میں ہمارے مالک نکل کر آئے اور مسٹر لینڈی سے تعارف کرانے کے لیے ہم بلائے گئے۔ ہمارا غصے کے مارے برا حال تھا اور ہم مسٹر لینڈی پر جھپٹے پڑ رہے تھے مگر ہم بار بار ڈانٹے گئے اور مسٹر لینڈی کے قریب تر کئے گئے تھوڑی دیر میں ہم اور لینڈی دونوں چھوڑ دئیے گئے اور ہم فوراً مسٹر لینڈی سے بس گتھ ہی تو گئے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انھوں نے ہمیں اتفاقیہ دے مارا۔ مگر ہم نے اُن کی ناک میں کاٹ لیا کہ اتنے میں ہم دونوں اچھی طرح مارے گئے اور پھر ایک جگہ کئے گئے۔ تھوڑا سا غرائے اور خفا ہوئے کے بعد۔ ہمارا جوش ڈانٹ ڈپٹ سے ٹھنڈا ہوا اور پھر مسٹر لینڈی نے بھی کچھ مصالحت آمیز نظروں سے ہمیں دیکھا۔ رات کو کھانے پر کچھ تھوڑی بہت بد مزگی ہو گئی۔ کیونکہ ہم نے ڈانٹ کر ان سے ایک ہڈی چھین لی۔ مگر انھوں نے کچھ زیادہ مزاحمت بھی نہ کی۔ رات کو پھر ایک خفیف سی جھپٹ ہوئی اور معاملہ قطعی کھنچ جاتا اگر کہیں میڈم بلی نہ نظر پڑ جاتیں۔ مسٹر لینڈی اور ہم نے بلی کو بری طرح گھیرا اور قتل کرتے کرتے چھوڑا۔ اس واقعہ کے بعد۔ رات کو مسٹر لینڈی سے مفصل گفتگو ہوتی رہی۔ بنگلہ کی خصوصیات مثلاً گلہریاں چوہوں اور چھچھوندروں کا کچھ ذکر ہوتا رہا۔ پھر میڈم بلی کے قتل کی کچھ سازش ہوئی

اور میں کچھ کھانوں کا تذکرہ رہا۔

(۳)

ہم پھر باندھ دیئے گئے۔ مسٹر ملینڈی بھی کسی دوسری جگہ بندھے تھے۔ ہم ناشتہ سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ایک سفید اور سیاہ رنگ کی بکری کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ہم سمجھ گئے کہ نواب بکراں والہ صاحب کی بیگم ہوں گی۔ ہمارے قریب آئیں اور ترش روئی سے ہم سے کہا۔ کیا آپ ہی مسٹر ٹامی ہیں؟"

"جی ہاں میرا نام ٹامی فاکسٹیریر ہے۔ میں شاید قابل احترام اور محترم خاتون نواب بیگم صاحبہ سے ہمکلام ہونے کا فخر حاصل کر رہا ہوں۔"

"جی ہاں۔" انھوں نے کہا۔ "مسٹر ٹامی مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ نے نواب صاحب بہادر کی ناک میں کاٹ کھایا اور مسٹر ڈک کو بھی پریشان کیا۔"

اتنے میں ماسٹر ڈک دوڑے ہوئے آئے اور اسی طرح تک تک کرکے ٹکر تان کر ہماری طرف کھڑے ہو کر بولے ماما یہی مسٹر ٹامی ہیں جنھوں نے والد صاحب قبلہ کی ناک میں کل کاٹ کھایا۔"

"یہ دیکھئے ہم نے کہا بیگم صاحبہ پھر ماسٹر ڈک وہی حرکت کر رہے ہیں۔ بیشک میں نے نواب صاحب کے کاٹ کھایا۔ کیونکہ میرے اوپر حملہ کر رہے تھے۔"

بیگم صاحبہ کچھ خفا ہو کر بولیں۔ "مسٹر ٹامی واضح رہے کہ آپ ہم لوگوں کی حفاظت اور نگرانی اور خدمت کے لئے ہیں اور ایک ملازم کو آقا کے ساتھ اس قسم

کا برتاؤ زیبا نہیں"۔

ہم نے جل کر کہا" محترمہ آپ غلطی پر ہیں۔ خاکسار کسی کا ملازم نہیں نواب صاحب یا ماسٹر کی ڈاگر میرے ساتھ بدتمیزی کریں گے تو میں ان کو اسی طرح سزا دوں گا"۔

" بدتمیز کتے" یہ کہکر بیگم صاحبہ نے ہمارے اوپر حملہ کر دیا اور اگر کہیں وار خالی نہ جائے تو شاید ہمارا خاتمہ ہی تھا۔ مگر ہم بچنے کے لیئے کو دے تو وہ زنجیر میں الجھ کر گریں ہم نے فوراً دوڑ کر اُن کا گلا دبایا وہ بھلا کیا دبتا۔ مگر ہمارے تیز دانت ضرور اُن کے لگے اور انھیں نہ بچ ہونے کا لطف ہی تو آگیا ایک دم سے "ہیں" کر کے وہ چیخیں اور تڑپ کر اُٹھیں ہم بھی تا نگ لی ٹانگ چھڑا کر بیچ پڑ بدتمیز لڑکے کے ایسی بھاگیں کہ پھر نہ لوٹیں۔

یہ مختصر تفصیل ہے ہمارے ان مہمانوں کی جو ہمارے یہاں آئے اب ہم ان کا تذکرہ موقع بموقع کریں گے۔

موٹر سائیکل

مسٹر لینڈی وہائٹ درحقیقت مرد معقول نکلے۔ باوجود لینڈی خاندان کے ہونے کے صابر، متحمل، بردبار، خوش مذاق اور ایک حد تک سیر چشم اور بامروت تھے۔ قریب قریب ہر بات میں ہماری مان جاتے اور پھر کھانے پینے کے معاملہ میں ہماری ڈانٹ اور جھڑکیاں سہہ لیتے اور درحقیقت یہی بات ان کے کیریکٹر میں ایسی تھی جس کو ہم بے حد پسند کرتے تھے۔ پھر علاوہ ان خوبیوں کے کھیل کود کے بھی شائق تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم اُن کے ساتھ باغ میں گلہریاں پکڑنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے کہ مسز ٹینی ہمارے پاس آئیں اور انھوں نے ہم سے کہا کہ "آج ایک بڑی زبردست معرکہ خیز جنگ ہو رہی ہے۔"

ہم نے کہا "اے معزز لیڈی کیا تمہارے ذی وقار شوہر اور اس جری سورما یعنی سر ڈی کاک میں جنگ کا نقشہ کھنچا ہوا ہے؟"

مسز ٹینی بولیں۔ "جی نہیں بلکہ ڈی کاک بالکل ایک نئے دشمن سے لڑ رہے ہیں۔"

"وہ کہاں ہے اور کیسے جنگ کی نوبت پہنچی؟"

بیگم بولیں۔ "درحقیقت کمرہ کا تمام اسباب نکال کر باہر دھوپ میں ڈالا گیا ہے اور ہم سب لوگوں کو ڈی کاک نے جھینگر کھانے کی دعوت دی تھی جو سامان میں سے

چاروں طرف اُچھل رہے تھے۔ اس سلسلہ میں اس سامان میں سے ایک معما ایسا نکلا ہے کہ ڈی کاک اُس سے آدھ گھنٹے سے لڑ رہے ہیں۔ اسی لڑائی کی وجہ کر اُس میں سے کئی چوہیاں نکلیں اور پکڑی نہ جاسکیں۔"

"ارے چوہیاں!!" ہمارے اور مسٹر لینڈی کے منہ سے بیساختہ نکلا اور ہم دوڑ کر موقع پر پہونچے۔ اِدھر اُدھر دیکھا بھالا اور سامان میں جگہ جگہ ناک لگائی مگر کہیں چوہیا کا سراغ نہ لگا۔ اب ہم ڈی کاک کی طرف متوجہ ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے زور و شور سے ایک آئینہ پہ لاتیں مار رہے ہیں۔ ہم جو قریب پہونچے تو انھوں نے کہا "پرے ہٹو ورنہ عجب نہیں کہ تمہارے چوٹ لگ جائے اور مفت میں تمہاری جان جائے۔" ہم نے اُن سے کہا کہ بھائی تم اُس بھوت سے نہ لڑو۔ کیونکہ اُس میں تو ایک بدمعاش کتا بھی رہتا ہے۔ دراصل ہم پیشتر ہی لڑ چکے تھے اور خوب جانتے تھے کہ اس میں ایک خطرناک بھوت رہتا ہے۔ ہم نے ڈی کاک کو بڑی مشکل سے روکا اور کہا کہ دیکھو تم اس بھوت سے نہ لڑو۔ یہ کہہ کر ہم نے سامنے آکر ڈی کاک کو دکھایا کہ وہ دیکھو ایک کتا بھی کھڑا ہے۔ بہتر ہے کہ تم اس لڑائی سے ہاتھ کھینچو۔ موقع پا کر کسی روز ہم اس بھوت کو قتل کر دیں گے۔ ڈی کاک کو جب ہم نے آئینہ کے پیچھے لے جا کر اور سامنے سے ہٹ کر بتایا کہ دیکھو اب وہ غائب ہو گیا تو ڈی کاک مان گئے۔ مگر ساتھ ہی انھوں نے اپنی فتح کا اعلان کر دیا اور اُن کے نعرۂ فتح کے ساتھ تمام اِن کی یا مسٹر ٹیبی کی بیگمات نے اپنی آوازوں سے ہنگامہ سر پر اٹھالیا۔

ہم باغ کی طرف واپس جانے ہی کو تھے کہ اتنے میں ایک لیڈی کاک بوکھلائی ہوئی سر پر پیر رکھ کر بھاگی آئیں اور ڈی کاک سے انھوں نے سراسیمگی کی حالت میں کہا کہ گھوڑے صاحب نے ان کی دُم اکھیڑ لی اور مسٹر گوٹ کی گردن میں کاٹ کھایا ہے۔ واقعہ دراصل یوں تھا کہ لیڈی کاک نو وارد تھیں۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ گھوڑے صاحب سخت خطرناک شخص ہیں۔ گھوڑے صاحب کے دانہ یا گھاس کے پاس جو بھلا آدمی بھی جاتا تھا اُس کو وہ کاٹ کھاتے تھے۔ خواہ آدمی ہو یا کتا ہو یا مرغی ہو۔ چنانچہ مسٹر گوٹ پہنچکر ان کے دانہ میں شریک ہوئے تو ان کی گردن میں گھوڑے صاحب نے کاٹ کھایا اور غلطی سے لیڈی کاک بھی وہاں گرا پڑا دانہ کھانے پہنچ گئی تھیں تو ان کی دُم اکھیڑ لی۔ ہم نے کہا کہ "لیڈی صاحبہ آئندہ آپ اُس شخص کے قریب بھی نہ جائیں۔ کیونکہ مسٹر ٹینی کی حرم میں سے کئی غیر محتاط لیڈیاں اپنی جان گنوا چکی ہیں۔"

ڈی کاک نے برہم ہو کر کہا "میری سخت توہین ہوئی ہے۔ مسٹر ٹینی تو میں ذلیل مگر میں تو اس قسم کی بے عزتی ہرگز گوارا نہیں کروں گا۔"

ہم نے کہا "مسٹر ڈی کاک آپ ضرور بہادر ہیں مگر ذرا بتائیے تو کہ آپ بھلا کر ہی کیا سکتے ہیں۔"

"میں ان کے اصطبل کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا" ڈی کاک نے اکڑ کر کہا۔ "اندر مارے لاتوں کے ان کی ہڈی پسلی ایک کر دوں گا۔ وہ ہیں کس بھول میں۔"

ہم باتیں کر ہی رہے تھے کہ ہم نے بھوت کی آواز سُنی اور بجائے اسکے کہ بات کا جواب دیتے ہم ایک دم سے پھاٹک کی طرف یہ کہکر دوڑے" وہ آگیا مسٹر لینیڈی چلو۔" ہوا کی طرح ہم پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بھوت پھٹ پھٹ۔ پھٹا پھٹ کرتا چلا آرہا ہے۔ ہم نے مسٹر لینیڈی سے کہا۔ بہادر آج اس کو مار لو نہ ہو نہ جانے پائے۔" یہ کہکر ہم اس پر حملہ آور ہوئے۔ ہم نے بے طرح اس پر حملہ کیا اور افضل جان پر کھیل کر پہیئے کے نیچے آگئے مگر مسٹر لینیڈی نے کچھ زیادہ کوشش نہ کی اس وجہ سے وہ تیزی سے نکل گیا۔

" واہ جی تم نے کچھ کوشش نہ کی۔" ہم نے مسٹر لینیڈی سے کہا۔

مسٹر لینیڈی نے کہا۔" یہ آخر کون تھا؟"

ہم نے کہا یہ وہی بھوت ہے جس سے سر ڈی کاک ڈر رہے تھے۔ جس روز اسباب باہر نکلتا ہے یہ بھی دوڑتا پھرتا ہے۔"

" اس پر آدمی کون سوار تھا۔ یہ تو بائیسکل کی قسم کی کوئی چیز ہے" مسٹر لینیڈی بولے۔

ہم نے مسٹر لینیڈی سے کہا کہ بیشک یہ سائیکل کا بھیس بدلتا ہے اور اس آدمی کو نہ معلوم کہاں کو لئے جارہا ہے شاید کہیں لے جاکر مار ڈالے گا۔ سائیکل کا بھیس تو بدلتا ہے مگر تم نے دیکھا نہیں کہ اناڑی بھی پہچان سکتا ہے کہ سائیکل نہیں ہے۔"

اتنے میں ہم نے دیکھا کہ وہ پھر آرہا ہے۔ ہم نے مسٹر لینیڈی سے کہا

"دیکھو ابکی یہ جانے نہ پائے خواہ جان رہے یا جائے!" چنانچہ ہم اور مسٹر لینڈ ہی حملہ آور ہوئے اور پھر اسی طرح پہیتہ کے نیچے آ گئے اور بالآخر موڑھ پر جاکر ہم نے اس بھوت کو مع آدمی کے گرالیا۔ آدمی الگ گرا اور یہ بھوت الگ گرا اور گرتے ہی وہ بری طرح چیخا کہ خدا کی پناہ! ہم اور مسٹر لینڈ ہی اس کو گھیر کر بھونکنے لگے اور تیار تھے کہ اگر کہیں یہ اٹھکر بھاگے تو جان پر کھیل کر پھر اس کو گرالیں۔ اس آدمی نے جو ہماری امداد سے رہائی پائی تو اس کی بھی ہمت ہوئی اور دوڑکر اس نے اس بھوت کا نہ معلوم کون سی رگ دباکر گلا گھونٹ دیا ہمیں ڈانٹ کر علیحدہ کیا اور اسے گرفتار کر کے ہمارے بنگلہ میں لے چلا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم آج کس قدر خوش تھے۔ اس کو لے جاکر اس نے برآمدہ کے سامنے کھڑا کیا اور اندر کمرہ میں چلا گیا۔

ہم اس مردہ بھوت کے قریب آئے اور دوسری طرف مسٹر لینڈ ہی آئے کہ ایکا ایکی مسٹر لینڈ ہی ہائے کہکر تڑپ اٹھے۔ فوراً بھونک کر ہم دوسری طرف پہونچے اور ہم نے مسٹر لینڈ ہی سے دریافت کیا کہ کیا ہوا۔ ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہمیں معلوم ہوا کہ مسٹر لینڈ ہی کے کان میں اس نے کاٹ کھایا۔ ہم نے مسٹر لینڈ ہی سے کہا کہ "جانے نہ پائے" اور یہ کہکر اس پر چاروں طرف سے دوڑ دوڑ کر بھونکنا شروع کیا۔ جب ہمارا شبہ رفع ہو گیا تو ہم نے مسٹر لینڈ ہی سے کہا کہ جب تمہیں اس نے کاٹا تو شاید کچھ رمق جان اسمیں ہوگی لیکن اب یہ مرگیا۔ مسٹر لینڈ ہی نے بھی جگہ جگہ سونگھ کر کہا کہ ہاں اب مرگیا۔"

ہم نے بھی جگہ جگہ سونگھا اور اس پر پیشاب کر کے واپس جانے والے تھے کہ سونگھتے سونگھتے ہماری ناک اس موذی بھوت کے درمیانی حصے میں پائدان سے ذرا اوپر کو لگ گئی اور ہماری ناک میں ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہمارے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ اور ہم نے اور مسٹر لنیڈی نے پھر اس کو گھیر کر بھونکنا شروع کیا۔ اتنے میں ڈی کاک آ گئے اور ہمیں جنگ میں مشغول دیکھکر کہنے لگے کہ تم لوگ ہٹ جاؤ اس سے لڑنے کو میں تنہا کافی ہوں"۔ یہ کہہ کر انھوں نے گردن پھلا کر دو تین لاتیں دیں اور پھر تھوڑی دیر بعد اڑ کر اس کی پشت پر بیٹھ گئے۔ ساتھ ہی ان کے دو تین لیڈیز بھی گئیں۔ ہم نے معلوم کر لیا کہ اب اس بھوت میں قطعی جان نہیں۔ چنانچہ ہم اور قریب آ گئے۔ اتنے میں وہ شخص معہ ہمارے آقا کے نکلا جس کو ہم نے اس بھوت کے پنجہ سے رہائی دلوائی تھی اور جسے گرفتار کر کے یہاں لایا تھا اس نے ہماری طرف انگلی اٹھا کر ہمارے آقا سے کچھ کہا اور ہم جان گئے کہ وہ ہماری تعریف کر رہا ہے اور ہمارے آقا سے کہہ رہا ہے کہ ہم نے کس طرح اس کو اس بھوت سے نجات دلائی۔ اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ ایسے عجیب ہیں کہ آجتک ہماری سمجھ نہیں کام کرتی۔ ہمارے آقا نے ہمیں اپنے پاس بلایا اور ایک نوکر زنجیر لایا۔ زنجیر اس بھوت میں جب بندھی تو ہم سمجھے کہ ہمارے آقا کا یہ منشاء ہے کہ ہم اس بھوت کی نگرانی کرتے رہیں اور یہ کچھ کرنے نہ پائے۔ اتنے میں وہ شخص اتر کر آیا۔ اور اس نے بھوت میں کئی ایک لاتیں ماریں۔ فوراً ایک دم سے بھوت بے تحاشا چلا اٹھا۔ ہم کچھ سٹ پٹا سے گئے اور بھونکے ہی تھے کہ ہمارے اوپر ہمارے موقوف

آقا نے قمچیوں کی بارش کر دی۔ بھوت اس زور سے گڑگڑا رہا تھا کہ خدا کی پناہ اور ساتھ ساتھ اس کا بگل بھی بول رہا تھا۔ ہماری حالت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ الٰہی یہ ہوا کیا۔ ہم پر اتنی مار پڑی کہ خدا کی پناہ۔ ایک دم سے ہماری گردن سے زنجیر کھول دی گئی اور ہم اس بری طرح بنگلے کی پشت کی طرف بھاگے کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ دور سے اتنا ضرور دیکھا کہ بھوت جس کو ہم مردہ خیال کر رہے تھے پھر اسی آدمی کو لے بھاگا۔ ہماری سمجھ میں جو کچھ آیا وہ یہ کہ اس بھوت نے ہمارے آقا پر ایسا قابو پالیا ہے کہ ہم اس سے نہیں لڑ سکتے۔ چنانچہ وہ دن اور آج کا دن ہم اس موذی بھوت سے دور ہی رہتے ہیں۔ صرف دور ہی سے دیکھ کر اوّل بھونک لیتے ہیں اور بس۔

گمشدگی

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم اور مسٹر لینڈی کچھ کھیل کھیل رہے تھے۔ پہلے تو مسٹر لینڈی نے ہمیں جھوٹ موٹ کاٹا اور گرا کر بھاگے۔ ہم نے اُن کا پیچھا کیا اور ایک مصنوعی جنگ کی۔ پھر مسٹر لینڈی دور تک دوڑے چلے گئے اور ہم بھی دوسری طرف دوڑے چلے گئے اور پھر دونوں آ کر ملے۔ اسی طرح یہ دلچسپ کھیل جاری تھے کہ ہم نے اپنے بنگلہ کے پھاٹک سے دیکھا کہ سامنے سڑک پار میں ان میں کوئی صاحب کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم غرا کر رک گئے۔ مسٹر لینڈی نے کہا۔ آؤ چلو ان کو کاٹیں!"

اتنے میں ہم نے انکو پہچان کر کہا" ارے یہ تو ہمارے جان پہچان ہیں"

" ارے! مسٹر لینڈی نے کہا" تو چلو"

ہم دونوں تیر کی طرح پہونچے۔ یہ حضرت بھاگے ہم دونوں نے جا لیا۔ اور پہونچتے پہونچتے ان کو بھنبوڑ ڈالا۔ کچھ معمولی طور پر گویا سمایا اصولاً کاٹنے کے بعد اطمینان سے آہستہ آہستہ ہم نے غرانا شروع کیا۔ حسب دستور مسٹر لینڈی اور ہم نے اُن کو سونگھا۔ آدمی واقعی ملنسار تھے جیسا کہ ہم پیشتر ہی سے جانتے تھے چنانچہ ہم بھی اخلاق سے پیش آئے۔ مسٹر لینڈی نے نہایت ہی تہذیب کے ساتھ اُن سے

پوچھا "جناب کا اسم گرامی"۔

انھوں نے بجائے جواب دینے کے کچھ مسکرا کر ہماری طرف دیکھا اور ہم جان گئے کہ ہم سے پرانے تعلقات کی بنا پر یہ تعارف کے متمنی ہیں۔ چنانچہ ہم نے غیریت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا "یہ میرے پرانے کرمفرما مسٹر دوغلے ہیں" اور مسٹر لینڈی کی طرف اشارہ کر کے کہا "آپ میرے ہم زنجیر و ہم کھونٹا" مسٹر ایل دہائٹ ہیں"۔ مسٹر لینڈی نے مسکرا کر دوبارہ مسٹر دوغلے سے معانقہ کیا۔

مسٹر دوغلے نے ہم سے کہا۔ گھر کے لوگ تو بہیں ہوں گے"۔

ہم مسکرائے اور ہم نے کہا "تسلیم"

"کیوں؟ کیا ہوا"۔ مسٹر دوغلے نے ہمیں اور مسٹر لینڈی کو مسکراتا ہوا دیکھ کر کہا۔

"جناب شاید تجاہل عارفانہ سے کام لے کر ایسی باتیں کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ دل کی حرکت تیز ہو جائے"۔

"واللہ" مسٹر دوغلے نے کہا۔ "آپ تو ایسی باتیں کرتے ہیں جیسے آپکی شادی ابھی ہوئی ہے"۔

"آپ کے منہ میں بلی کا گلا" ہم نے ہنس کر دعا دی۔

"آمین" مسٹر لینڈی نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر دوغلے یہ مسٹر ٹامی آپ کو دعائیں کیوں دے رہے ہیں؟"

"یہ ان کا حسن ظن ہے اور عنایت خاص"۔ مسٹر دوغلے نے یہ الفاظ اس

طرح کہیے کہ جیسے ہم انھیں بنا رہے ہیں۔
ہم نے کہا۔ "اور کچھ کہیئے مسٹر ڈوغلے۔ کوئی نئی بات؟ مسز ڈوغلے کہاں ہیں؟"
"میں نے آپ سے مسز ٹامی کو پوچھا تو آپ مجھے بہلانے لگے اور اب مجھ سے آپ پوچھتے ہیں کہ مسز ڈوغلے کہاں ہیں" مسٹر ڈوغلے نے کچھ شکایتاً کہا۔
"آپ تو برا مان گئے مسٹر ڈوغلے" ہم نے نہایت محبت سے کہا۔ مجھے خیال ہوا کہ آپ مذاق کر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بندہ ابھی کنوارہ ہی ہے۔"
"معاف کیجئے گا مسٹر ٹامی مجھے یہ علم نہیں تھا۔ مگر نہیں" کچھ سوچ کر مسٹر ڈوغلے نے کہا۔ "مجھے تامل ہے۔"
"بیشک بیشک" ہم نے مسکرا کر کہا۔
"تو کیا انھیں طلاق دیدی؟" مسٹر ڈوغلے نے کہا۔
"یہ کیا معاملہ؟" مسٹر لنیڈی بولے۔
مجھ سے سنئے کیا معاملہ تھا۔ نہ طلاق دی نہ کچھ۔ بلکہ شادی ہی نہیں ہوئی۔" ہم نے جواب دیدیا۔
"اچھا تو بس کورٹ شپ ہی تک معاملہ رہا۔ آخر کیسے کیا وہ خود چلی گئیں؟"

"میرا تو قطعی ارادہ تھا کہ شادی کر یوں مگر معاملہ اور ہی ہوا۔ وہ یہ کہ میں نے دیکھا کہ لڑکی بھی اچھی ہے اور پھر نئی تہذیب کی دلدادہ بھی نہیں خوب نبھے گی اور اسی خیال سے ...."

"قطع کلام ہوتا ہے۔" مسٹر ڈوغلے نے کہا۔ "مس لینڈی گرے کا ہی ذکر کر رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہی تھیں" ہم نے کہا۔ "بدقسمتی سے انھوں نے زیادہ حصہ زندگی کا گاؤں میں بسر کیا تھا اور وہ شہروں میں کم رہی تھیں اور خصوصاً بنگلوں اور کوٹھیوں میں۔ اور یہاں کے قواعد سے ناواقف تھیں۔ اور پھر مصیبت یہ کہ میرے آقا نے ان کو کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ وہ جس روز آئیں تو اُس روز انھوں نے کھانے کے کمرہ میں جاکر تمام چیزیں گرادیں۔ میرے آقا نے جو دیکھا کہ یہ نو وارد کون ہے تو گھبرا کر ان کو ہٹا کر اتنا ٹھونکا کہ گویا دم ہی نکال لیا۔ وہ چھوٹیں تو پھر اسطرف رخ نہ کیا۔"

مسٹر ڈوغلے نے کہا۔ "یہ کس قدر کمینہ پن ہے اور خصوصاً بنگلوں کے رہنے والے آدمیوں کا کہ ہم لوگوں کے لئے ہمیشہ اپنی پسند کی لڑکی تلاش کرتے ہیں یا جب کبھی بھی کہیں کوئی شادی طے کرتا ہے تو اکثر نہیں بلکہ ہمیشہ اُس میں مخل ہوتے ہیں۔ کیا کیا جائے بالکل مجبوری ہے۔ ذرا نہیں غور کرتے کہ آخر لڑکے یا لڑکی کی مرضی بھی تو کوئی چیز ہے۔ آپ بالکل درست فرماتے ہیں کہ ہر جگہ یہی دستور ہے کہ ہم لوگوں کی شادیوں میں خواہ مخواہ مالک مخل ہوتے ہیں اور اکثر بار بھی پڑتی ہے۔" یہ ہمنے

اپنی مس گرے پُونڈ والی مار یاد کر کے کہا۔

"وجہ اس کی دراصل یہ ہے،" مسٹر دوغلے بولے "کہ ہم لوگ ذرا سوشل ریفارم کی طرف کم توجہ کرتے ہیں اور بدقسمتی سے جتنے بھی کتوں کے مالک ہیں، سب قدیم الخیال اور فرسودہ خیالات کے حامی ہیں اور شادی کے معاملات میں تو ضرورت سے زیادہ قدامت پرست ہیں نسل و نسب تو درکنار، رنگ تک کا خیال کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ سب کتے خدا کی مخلوق ہیں اور ذات پات کا جھگڑا دراصل قوم کو تباہ کئے دیتا ہے۔ اصل چیز مساوات ہے اور دراصل معیار شرافت بھی یہی ہے۔"

مسٹر لنڈی نے مسٹر دوغلے کا فلسفیانہ لکچر سن کر سینہ یا گی سے کہا "مگر اس بدعت کا پھر کوئی علاج بھی ہے یا نہیں؟"

"کیوں نہیں،" مسٹر دوغلے نے کہا۔ "کون سی ایسی خرابی ہے جس کا علاج نہیں۔ علاج صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی ایسی تربیت ہو کہ آزاد خیالی کے ساتھ ساتھ آزادی روی بھی سیکھیں اور پھر ساتھ ہی مضبوط کیرکٹر بھی ہو۔ چنانچہ میرے نانا مرحوم نے میری والدہ معظمہ کو ایسی ہی تعلیم دی تھی گو وہ خود ڈاکسٹیر یہ تھیں لیکن انھوں نے شادی اپنی مرضی اور پسند کی ایک مغز لپند خاتون ہیں کی۔ ان کا کیرکٹر کیسا تھا اس کا اندازہ آپ خود اس امر سے کر سکتے ہیں کہ خلد آشیاں حضرت والد صاحب قبلہ ایک گاؤں کے باشندہ تھے اور میری والدہ مرحومہ نے بنگلہ کے مرغن کھانوں پر لات ماری اور گاؤں کے سوکھے ٹکڑے اور

کچی جوار کو پیس گیا۔"

اتنے میں دو چیلیں آپس میں لڑتی ہوئی قریب ہی اتنی نیچی آگئیں کہ مجبوراً ہم تینوں کو اس طرف دوڑنا پڑا۔ یہ دونوں چیلیں آپس میں ایک ہڈی پر لڑ رہی تھیں کہ وہ گر پڑی۔ ہم تینوں غرا کر اسی طرف جھپٹے اور ایک سخت معرکۂ جنگ کے بعد مسٹر لینڈی کامیابی کے ساتھ ہڈی لے کر سیدھے بنگلہ میں بھاگ گئے ہم اور مسٹر دو غلے ان کے پیچھے پیچھے چلے۔ مسٹر لینڈی نے چشم زدن میں ہڈی کھا پی کر برابر کی۔ اس جھگڑے میں ہم لوگوں کے کوئی خاص چوٹ نہیں آئی۔ صرف ہماری ران میں مسٹر دو غلے نے کاٹ کھایا تھا اور ہم نے ان کے کان کے پاس کاٹ کھایا تھا۔

(۲)

ذرا غور سے دیکھا جائے تو تہذیب اور اخلاق کے معنی ہی سمجھ میں نہیں آتے۔ تہذیب کا ایک نمونہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی گھر پر ملنے والا آتے تو اس ڈر کے مارے کہ کہیں کھانا نہ کھلانے کی نوبت آئے چپکے سے نوکر سے کہلوا دیا کہ گھر پر نہیں ہیں کہیں باہر گئے ہیں۔ پھر ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ کوئی گھر پر آئے تو کہہ دیا کہ بیوی سے لڑائی ہے۔ آئیے چلئے ہوٹل میں ہم آپ کھانا کھائیں۔ وہ بیچارہ خود ہی کہے گا کہ نہیں حضرت میں اور کہیں کھا لوں گا۔ پھر ایک تہذیب کا نمونہ یہ بھی ہے کہ معمولی دال روٹی تو دوست کے ساتھ بیٹھ کر باہر کھائی اور آدھے پیٹ کھا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اندر جا کر پھر قورمہ اور پلاؤ بیوی کے ساتھ کھایا۔ ایک نمونہ تہذیب کا

یہ بھی ہے کہ مجبوراً مہمان کو کھلایا اور پلایا اور بعد میں میاں اور بیوی نے اُن کے چلے جانے کے بعد اس پر تبرا بھیجکر اُس کو بلا نوش ٹھہرایا۔ ساتھ ہی ایک یہ بھی تہذیب کا نمونہ ہے کہ دل سے تو مہمان سے نفرت ہے اور اس کو سوکھا ٹکڑا ایک ٹکڑا کھلانے کے روادار نہیں مگر اس کو مصلحتاً خوب پلاؤ اور بریانی کھلائی اور وہ ہمیشہ ان کی سچی محبت کا تذکرہ کرتا رہا۔ پھر ایک نمونہ اخلاق اور تہذیب کا یہ بھی ہے کہ مہمان کو بڑے تپاک سے ٹھہرایا اور آؤ بھگت کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ کم ازکم کل شام کا کھانا تو آپ میرے یہاں ضرور کھائیں۔ گویا آج دن بھر اور کل دوپہر کے کھانے کو منع کر دیا۔ سمجھدار مہمان فوراً بھاگ جاتا ہے۔ ایک نمونہ تہذیب کا یہ بھی ہے کہ بھئی جو کچھ حاضر ہے وہ کھاؤ اور پھر شوق سے کھاؤ۔ کھلانے والے کا کھلا کر جی خوش ہوتا ہے اور کھانے والے کو بھی گھر کا مزہ آتا ہے اور در اصل یہی معیارِ تہذیب ہے اور یہی اظہارِ محبت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں یعنی کتوں میں بھی یہی ہے کہ بھئی جو کچھ ہڈی روٹی وغیرہ موجود ہے حاضر ہے کھائیے اور بلا تکلف کھائیے۔ صرف ایک شرط ہے اور وہ محض یہ کہ قبل اس کے کہ آپ کھائیں اپنے کو اس کا اہل ثابت کر دیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ قدرتی امر ہے کہ بھوک سے طاقت اور ذلت ہے بھوک لہٰذا خواہ وہ مہمان ہو یا میزبان یا کوئی راہگیر ہو یا بھائی بند ہو سب سے زیادہ کھانے کا مستحق وہی ہے جو بھوکا ہو گویا بالفاظِ دیگر طاقتور ہو غصیل ہو۔ پھرتیلا اور تیز ہو۔ دوڑنے اور بھاگنے میں مشاق ہو چھین جھپٹ میں دستگاہ کامل رکھتا ہو اور پھر تیزی سے کھاتا ہو۔ اگر اس میں یہ باتیں نہیں تو نہ وہ بھوکا ہے

اور نہ کھانے کا اہل ہے۔

ہم لوگ بنگلے میں آئے تو پہلے مسٹر دو غلے کو احاطہ کی سیر کرائی اور انھوں نے چند نہایت ہی مناسب مقامات پر پیشاب کیا۔ چونکہ وہ فلسفیانہ رنگ کے بڑے زبردست سوشل ریفارمر تھے لہٰذا انہوں نے پھر وہی سلسلہ گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا۔

"معاف کیجیئے گا مسٹر لینڈی کو جناب سے اس سے قبل تعارف نہ تھا مگر آپ کے اوصاف حمیدہ نے مجھے ایسا گرویدہ کر لیا ہے کہ گویا آپ سے دیرینہ مراسم ہیں۔"

"شکریہ، نوازش۔ عنایت۔ مہربانی جناب کی ورنہ من آنم کہ من دانم"

مسٹر لینڈی نے نہایت اخلاق سے مسٹر دو غلے سے کہا۔

"چنانچہ میرے خیال میں اگر میں مسٹر لینڈی کے بارہ میں کچھ دریافت کروں تو بیجا تو نہ ہوگا۔" مسٹر دو غلے نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے گھر کے لوگ یعنی مسز لینڈی وغیرہ یہاں نہیں ہیں۔"

"معاف کیجیئے گا،، مسٹر لینڈی نے مسکرا کر کہا۔" بندہ تو اس جھگڑے سے ہمیشہ ہی دور رہا ہے۔ بندہ تو تجرد کی زندگی کا قائل ہے۔"

"کیوں؟" مسٹر دو غلے نے کہا۔

مسٹر لینڈی نے مسکرا کر کہا۔" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب کو علم المعیشت یا اقتصادیات سے دلچسپی نہیں اور جناب نے مالتھوس کی تھیوری نہیں پڑھی"۔

ماشاء اللہ جناب کو علم المعیشت اور اقتصادیات میں بھی دخل ہے۔"

مسٹر لنیڈی نے انکساری کو کام میں لاکر کہا۔ "دخل تو کیا ہے یہ کہئیے کہ تھوڑا سا خلل ہے!"

"زیدہ مالتھوس کی تھیوری کیا ہے؟" مسٹر دوغلے نے پوچھا۔

مسٹر لنیڈی نے کہا "مالتھوس کی تھیوری یہ ہے کہ دنیا کی آبادی ضرورت سے زیادہ بڑھ رہی ہے اس کو کم کیجیے۔ کیونکہ زیادہ تعداد میں غلام یا فقیر پیدا کرنے سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں"۔

اتنے میں سر ڈی کاک کی دو بیگمات کی بھڑ بھڑاہٹ نے ہمارے کان کھڑے کر دئے سلسلۂ گفتگو منقطع ہو گیا اور ہم کیا دیکھتے ہیں کہ دو بیگمات، آپس میں ایک نہایت ہی خطرناک قسم کی جنگ کر رہی ہیں۔

ہم نے فوراً ہی بیچ بچاؤ کی نیت سے کہا۔ "معزز لیڈیز! آخر وہ کونسا امر ہے جس کی وجہ سے آپ دونوں محترم خاتونوں میں اختلاف رائے ہوا ہے اور جس نے آپس کے رشتہ الفت و محبت کو اس طرح عارضی طور پر منقطع کر دیا ہے"۔

"آپ ہم دونوں کے بیچ میں نہ پڑیں!" دونوں جنگجو لیڈیز نے ہمزبان ہو کر کہا۔ "اور نہ کسی کی طرفداری کریں!"

ہم نے نہایت ہی سنجیدگی سے اپنی فصاحت و بلاغت اور اخلاق کا مسٹر لنیڈی اور مسٹر دوغلے پر سکہ بٹھانے کی نیت سے کہا۔ "محترم خواتین آپ دونوں ہمارے کرم فرما اور معزز دوست رائٹ آنریبل سر ڈی کاک کی ناموس ہیں اور اس حیثیت سے آپ دونوں میری نظروں میں ......"

ہم اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ہماری اور ہماری ہی نہیں بلکہ مسٹر لیڈی پی اور مسٹر دو غلے کی بھی نظر ایک روٹی کے ٹکڑے پر پڑی۔ اُدھر سے وہ دونوں غرا کر جھپٹے اور اِدھر سے ہم۔ دونوں بیگمات پھڑ پھڑا کر الگ بھاگیں۔ اور ہم تینوں اس روٹی کے ٹکڑے پر گتھ گئے۔ ایک سخت پکڑ ہوئی اور اس دار و گیر میں خوب ایک نے دوسرے کو کاٹا لیکن ٹکڑا مسٹر دو غلے کھا گئے۔ اس جھڑپ کی غراہٹ ختم ہوئی ہی تھی کہ مسٹر ٹینی آ پہنچے ہم انھیں دیکھ کر ذرا مسکرائے اور کہا کہ یہ لیجئے مالتھوس کی تھیوری کے اصل مخالف آگئے۔ مسٹر ٹینی مشکوک نگاہوں سے دیکھ کر کچھ ضرورت سے زیادہ علیحدہ ہی تھے اور جب ہم نے دیکھا کہ وہ آگے نہیں بڑھتے تو تہذیب کے خلاف سمجھا کہ ان کا مسٹر دو غلے سے تعارف نہ کرادیں۔ چنانچہ ہم نے کہا۔" آپ ہمارے دیرینہ کرمفرما اور مہمان مسٹر دوغلے ہیں اور آپ"۔ ہم نے مسٹر ٹینی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "ہمارے پیارے پڑوسی مسٹر ٹینی ......"

"میں ان سے نہیں ملتا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کہیں مجھے کاٹ نہ کھائیں!"

مسٹر ٹینی نے قطع کلام کر کے کہا اور یہ کہکر خطرہ کا الارم دیتے ہوئے بڑی تیزی سے بھاگے۔

مسٹر دوغلے نے برا مان کر کہا۔" یہ سخت بدتمیز اور نالائق مرغ معلوم ہوتے ہیں۔" اتنے میں مسٹر ڈی کاک اور ان کی درجنوں لیڈیز کا الارم سنکر ایک نوکر آگیا اور اس نے دیکھا کہ مسٹر دوغلے کھڑے ہیں جن سے وہ قطعی ناواقف تھا۔ اس نے

ایک پتھر لے کر اس زور سے مسٹر دوغلے کی طرف پھینکا کہ اگر کہیں ان کے لگ جاتا تو اُن سے داعی اجل کو لبیک کرا دیتا ساتھ ہی اُس نے آواز دے کر ہمیں اور مسٹر لینڈی کو اُن پر دوڑا دیا۔

"معاف کیجئے گا مسٹر دوغلے مجھے آپ کو کاٹنا پڑا" یہ کہکر ہم اور مسٹر لینڈی مسٹر دوغلے پر ایکدم سے بے خبری میں حملہ آور ہوئے۔ چشم زدن میں اپنے معزز مہمان کو گرا کر چت کر دیا۔ مسٹر لینڈی نے ان کا گلا پکڑ کر زمین پر گویا مصالحہ پیسنا شروع کیا اور ہم خود ان کے پہلو میں زور سے کاٹ رہے تھے۔ خوش قسمتی جبتک نوکر لکڑی لیکر پہونچے مسٹر دوغلے زور کر کے نکل بھاگے۔ دور تک ان کا ہم نے پیچھا کیا۔ واپس آتے میں مسٹر لینڈی نے مسٹر دوغلے کے بارہ میں کہا "بہت معقول شخص ہیں"۔

"میرے دیرینہ ملاقاتی اور خاص کرم فرما ہیں"۔ ہم نے فخریہ کہا۔

(۳)

کسی کتے کے دل سے کوئی پوچھے کہ کیا حال ہوتا ہے جب کہیں کوئی بلی گھیری جاتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے دوست آنجہانی شہید ناز مسٹر لینڈی گرے نے کہا تھا واقعی صحیح ہے کہ بلی کا قتل کرنا علاوہ کار ثواب کے طبا مفید ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بلی کا مارنا سوائے موت کے سب بیماریوں کا واحد علاج ہے۔ اور ٹانک کی حیثیت سے تو کسی طرح سے بھی کہیں زیادہ مفید ہے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا اور مسٹر لینڈی کا کیا حال تھا جب ہم نے رات

کے بارہ یا ایک بجے اپنی گیمبی پروس میڈم بلی کو ایک الماری کے پیچھے اس طرح گھیر لیا کہ میڈم الماری اور دیوار کے بیچ میں تھیں اور ایک طرف مسٹر لنیڈی تھے اور دوسری طرف ہم۔ بد قسمتی سے الماری دیوار سے اتنی زیادہ قریب تھی کہ مسٹر لنیڈی اندر نہ گھس سکتے تھے مگر ہم گھس سکتے تھے لیکن پھر بھی راستہ اس قدر تنگ تھا کہ بس بالکل فٹ آتے تھے۔ لہٰذا جنگ کا تمامتر بار ہمارے ہی اوپر پڑا۔ میڈم بلی کی جنگی قابلیتوں کے ہم قائل ہو گئے۔ کیونکہ جب انھوں نے دیکھا کہ مسٹر لنیڈی کا منہ کے علاوہ داخلہ ناممکن ہے تو انھوں نے ان کی طرف پیٹھ کر کے ہم سے مقابلہ کرنا شروع کیا۔ جو انگریزی فوج کا درہ خیبر میں اکبر خاں اور اس کے افغانیوں نے حال کیا تھا وہی ہمارا ہو گیا۔

کیونکہ میڈم بلی نے جگہ کی تنگی سے ہمیں پھنسا ہوا پا کر اوپر سے ہمارے کان میں کاٹ کھایا اور لاتعداد پنجے اس طرح مارے کہ ہم عارضی طور پر پسپا ہو گئے۔ اب میڈم موصوفہ ہمارے سامنے منہ پھاڑے کھڑی تھیں اور ہاتھ دونوں پھیلے ہوئے تھے جیسے ہی ہم آگے بڑھتے تھے وہ فوراً تاڑی بجاتی تھیں۔ اُدھر سے مسٹر لنیڈی انتہائی کوشش کر رہے تھے کہ کس طرح وہ اس تنگ جگہ میں داخل ہو جائیں۔ لگاتار حملہ سے آہستہ آہستہ بےخبری میں میڈم ہمارے حملوں کی تاب نہ لا کر اس طرح پسپا ہو رہی تھیں کہ مسٹر لنیڈی سے قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ آخرکار وہ جب زیادہ قریب پہونچی تو مسٹر لنیڈی نے نہ معلوم کس طرح اپنے کو سکیڑ کر دھیرے دھیرے اپنا آدھے کے قریب جسم داخل کر لیا اور قریب پہنچ کر دہانہ کر کے میڈم بلی کو پیٹھ کی طرف سے پکڑ کر

اُٹھا لیا اور عین اسی موقع پر ہم نے بھی حملہ کر دیا اور میڈم کی ران ہم نے اپنے تیز
دانتوں سے پکڑ لی۔ ایک لمحہ بھر کے لیئے وہ شربونگ ہوئی کہ خدا کی پناہ کہ اتنے میں میڈم
بلی نے گھوم کر مسٹر لینڈی کی ناک پہ اس زور سے کاٹا کہ مسٹر لینڈی تڑپ کر زور سے دہاڑے
مصیبت بد قسمتی سے یہ پیش آئی کہ میڈم بلی نے صرف ان کی ناک میں کاٹا ہی نہیں
تھا بلکہ اس کشمکش میں اب وہ مسٹر لینڈی کے منہ سے چھوٹ گئی تھیں اور مسٹر
لینڈی کی ناک نہ چھوڑتی تھیں۔ مسٹر لینڈی اب گویا اپنی ناک میں میڈم بلی کا بلاق
پہنے ہوئے تڑپ رہے تھے کیونکہ وہ دیوار اور الماری کے درمیان پھنس کر رہ
گئے تھے۔ ہم میڈم مذکور کی ران پکڑے گھسیٹ رہے تھے اور اب گویا عجیب رسہ کشی
ہو رہی تھی۔ کیونکہ ادھر مسٹر لینڈی اس طرح کوشاں تھے گویا انھوں نے طے کر دیا ہے
کہ خواہ ناک رہے یا جائے ہم باہر نکل آئیں گے اور ادھر ہم ان کی ران پہ قبضہ جمانے
کے لیئے گھسیٹ رہے تھے۔ علاوہ ناک میں کاٹنے کے میڈم نے اپنے نوکیلے پنجوں
اور ہاتھوں سے مسٹر لینڈی کے کانوں اور سر پر صافہ باندھ رکھا تھا۔ مسٹر لینڈی
دہاڑ دہاڑ کر رو رہے تھے اور ایک عجیب "بے پناہیت" کے عالم میں تھے اور ہمارا خیال
ہے کہ اگر کہیں آدھ منٹ بھی اسی حالت میں گذر جاتا تو قطعی ان کی ناک ہی قتل ہو جاتی۔

ایک دم سے کسی نے الماری ذرا سی سرکائی مسٹر لینڈی تڑپ کر نکلے
اور ہم بھی نکلے۔ مسٹر لینڈی جیسے ہی تڑپے ہمارے منہ سے میڈم کی ران چھوٹ
گئی۔ ہمارے آقا کے ایک ہاتھ میں لالٹین تھی اور دوسرے میں ہاکی اسٹک
انھوں نے لالٹین رکھ کر ایک وہ تڑ جو ہاکی اسٹک کا میڈم کے مارا تو بد قسمتی سے

وہ مسٹر لینڈی کی پیٹھ پر پھر پوبڑ پڑا اور مسٹر لینڈی اسی طرح میڈم بلی کو ناک میں ٹکائے روتے ہوئے بھاگے اور ہم ان کے پیچھے۔

واللہ اعلم مسٹر لینڈی کہاں گئے۔ زمین کھا گئی کہ آسمان کچھ پتہ نہ لگا اندھیری میں ہم نے ان کا بہت پیچھا کیا مگر وہ ایسے تیز بھاگے کہ ہم ان کی ہوا کو بھی نہ پاسکے۔ وہ دن اور آج کا دن مسٹر لینڈی کا پتہ نہ چلا۔ میڈم بلی کو البتہ ہم نے تیسرے روز دیکھا کہ دیوار پر لیٹی ہیں۔ ہم دوڑے لیکن ہمیں دیکھتے ہی غائب ہوگئیں۔ مسٹر لینڈی کی بابت ہمارا خیال ہے کہ چونکہ وہ دیہات کے رہنے والے تھے شاید وہیں چلے گئے۔

کٹکھنا گھوڑا

ہمارے بنگلہ کے رہنے والوں میں جس قدر نالائق گھوڑے صاحب واقع ہوئے تھے شاید ماسٹر ڈی اور مسٹر گوٹ بھی نہ ہوں۔ اس نامعقول گھوڑے نے ایک روز ہمارے ساتھ یہ بدتمیزی کی کہ ہم تو ایک سخت ضروری کام سے یعنی گلہری کو پکڑنے کے لئے اصطبل میں گھسنے پر مجبور ہوئے اور اس بیہودہ نے ہماری ٹانگ پکڑ کر زور سے اچھال دیا اور خواہ مخواہ ہمارے دو لتیاں بھی چلائیں۔ خوش قسمتی سے ہمارے کوئی خاص چوٹ تو نہیں آئی لیکن توہین ضرور ہوئی۔ حالانکہ گھوڑے صاحب چھوٹے قد کے ٹٹو تھے لیکن اپنے کو نہ معلوم کیا سمجھے ہوئے تھے ان کا اصول تھا کہ خواہ کسی باشندہ اگر ان کے دانے یا گھاس کے کوئی قریب بھی آجائے تو فوراً کاٹ کھاتے تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم ٹہلتے ٹہلتے ان کے پاس پہنچے اور ہم نے ان سے کہا کہ جناب گھوڑے صاحب آپ نے جو یہ اصول بنا رکھا ہے کہ آپ خواہ مخواہ ہر کس و ناکس کو کاٹ کھاتے ہیں اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ آپ نے مسٹر گوٹ کے کاٹ کھایا۔ مسٹر ٹینی کی دم اکھاڑ لی مجھے اٹھا کے پھینک دیا۔ یہ حرکتیں بہت نازیبا ہیں۔

گھوڑے صاحب یہ سن کر خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ اپنا اپنا اصول ہے

میں نے یہ اصول بنالیا ہے کہ خواہ وہ آدمی ہو یا جانور میرے قریب بھی آنے لگا تو میں اُس کو کاٹ کھاؤں گا۔ صرف ایک آدمی کے ساتھ رعایت برت سکتا ہوں یعنی جو میری خدمت کرتا ہے۔ پھر ایسی صورت میں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لوگ میرے قریب ہی کیوں آتے ہیں۔ بارہا نقصان اُٹھاتے ہیں اور پھر آتے ہیں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ مسٹر ٹینی بھی آگئے اور گھوڑے صاحب کو دھمکی دینے لگے کہ اگر یہ تمیزی کریں گے تو میں آپ کو مار دوں گا۔ بات بڑھ گئی اور ہمیں مجبوراً بھونک کر گھوڑے صاحب کے ہوش و حواس زائل کر دینا پڑے۔ گھوڑے صاحب نے اصطبل میں ہوائی لاتیں چلانا شروع کیں اور مسٹر ٹینی نے الگ غل مچانا شروع کیا۔ نتیجہ یہ کہ ملازموں کو بیچ بچاؤ کرنا پڑا ورنہ ضرور کوئی سخت کارروائی گھوڑے صاحب کے خلاف کی جاتی۔

اِس کے دوسرے روز کا ذکر ہے کہ گھوڑے صاحب نے ایک پڑوس کے لڑکے کو کاٹ کھایا جو کسی ضرورت سے ان کے آگے سے تھوڑی سی گھاس اُٹھا رہا تھا۔ قصہ مختصر گھوڑے صاحب کے کٹکھنے پن سے ایک دنیا تنگ تھی کہ عجیب ہی معاملہ پیش آیا۔

ہمارے بنگلے سے دو بنگلے چھوڑ کر تیسرے بنگلے میں کوئی شادی کی تقریب تھی جس کے سلسلے میں گھوڑے صاحب کی خدمات کی وہاں ضرورت ہوئی اور مانگے ہوئے وہاں بھیجے گئے۔ چونکہ قریب کا معاملہ تھا اور شادی کا موقع، لہٰذا ہم

بھی وہاں پہنچ جاتے تھے اور ہمارے آقا بھی پہنچ جاتے تھے۔ شادی کے سلسلہ میں اتفاق ایسا ہوا کہ ایک ہاتھی صاحب بھی نہ معلوم کہاں سے تشریف لائے اور وہیں گھوڑے صاحب کے قریب ہی کھڑے کئے گئے۔ ہم وہاں پہنچے اور ہاتھی صاحب قبلہ سے ملاقات کی۔ پہلے تو ہم اُن پر بھونکے لیکن جب ہم نے دیکھا کہ وہ توجہ ہی نہیں کرتے تو ہم نے ان سے ملاقات کی۔ گھوڑے صاحب کے سامنے کچھ تھوڑی سی سوکھی ہوئی گھاس کے تنکے پڑے ہوئے تھے اور ہاتھی صاحب نے اپنی سونڈ گھاس کی طرف جو بڑھائی تو گھوڑے صاحب نے فوراً اپنے اصول کے مطابق ہاتھی صاحب قبلہ کی سونڈ میں اس زور سے کاٹا کہ ہاتھی صاحب مارے تکلیف کے بلبلا اٹھے۔ لیکن فوراً ہی انھوں نے اپنے زبردست سونڈ کا گھونسہ بنا کر پوری قوت سے گھوڑے صاحب کے رسید کیا تو گھونسہ کی ضرب سے بے حال ہو کر گھوڑے صاحب زمین پر گرے اور مچھلی کی طرح تڑپنا شروع کیا۔

ایک ہلڑ ہو گیا اور بیسیوں آدمی دوڑ پڑے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑے صاحب کی جان نکل رہی ہے۔ تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد ان کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ آنکھیں بند ہو گئیں اور لمبی لمبی سانسیں آنے لگیں۔ ہم سمجھے کہ اب ان کا انتقال ہو رہا ہے۔ مگر در اصل وہ صدمہ کی وجہ سے بیہوش ہو گئے تھے۔ ہم ایسے موقعہ پر سوائے اس کے گھوڑے صاحب کی کیا امداد کر سکتے تھے کہ ہاتھی صاحب قبلہ پر ناراض ہو کر بھونکیں۔
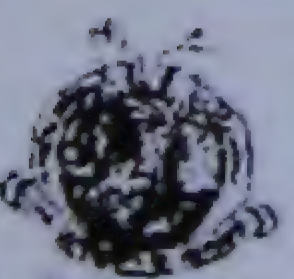
بڑی دیر تک لوگ گھوڑے صاحب کی دیکھ بھال کرتے رہے مگر
انھوں نے آنکھ تک نہ کھولی۔ شام کو انھوں نے آنکھ کھولی اور ذرا سر اٹھایا تو آدمی
ان کے پاس آئے اور ان کو بڑی مشکل سے کئی آدمیوں نے مل کر کھڑا کرنے کی
کوشش کی تب جاکر بڑی دقت سے کانپتے ہوئے وہ کھڑے ہوئے۔ چلنا دوبھر
ہو رہا تھا مگر جس طرح بھی بن پڑا لوگ ان کو سہارا دے کر بنگلے لائے۔ اور ان کو ان کی
جگہ پہونچایا لیکن ان کی اب بھی بری حالت تھی اور تھک کر وہ پھر بیٹھ گئے ہم مزاج
پرسی کرنے گئے تو وہ کچھ نہ بولے کیونکہ سخت پسپائیت کے عالم میں تھے۔ دوسرے
دن ذرا طبیعت ٹھیک ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ مسٹر ٹینی معہ اپنے بیگمات کے
گھوڑے صاحب کی سوکھی ہوئی گھاس آزادی کے ساتھ کتر رہے ہیں ہم سمجھے کہ
شاید بوجہ ضرب شدید اور پسپائیت عام ایسا ہو رہا ہے لیکن نہیں۔ ہاتھی صاحب
قبلہ نے انھیں ایسا سبق دیا کہ وہ دن اور آج کا دن گھوڑے صاحب نے اپنا
کاٹنے والا اصول ہی چھوڑ دیا۔ اور اب نہ صرف مسٹر ٹینی کو اجازت عام ہے
کہ وہ معہ اپنے تمام قافلے کے اصطبل کے اندر دھوم مچائیں اور گرا پڑا دانہ کھائیں
بلکہ جس آدمی کا دل چاہے گھوڑے صاحب کے آگے سے دانہ گھاس اٹھائے۔ اف تک
وہ نہیں کہتے۔ سچ ہے کسی نے کہا ہے مار میں اللہ نے بڑی طاقت دی ہے۔

تمام شد

تصانیف مرزا عظیم بیگ چغتائی

خطوط کی ستم ظریفی

یہ ناولٹ ظرافت اور پلاٹ کے اعتبار سے چغتائی کے ادب میں ایک امتیازی شان رکھتا ہے چغتائی نے ان خطوط سے ایک حسین افسانے کو جنم دیا ہے کہ اس کو پڑھتے ہوئے شوخی و شرارت کے طوفان میں آپ ہنستے ہنستے لوٹ جائیں گے۔ اچھی لکھائی چھپائی خوبصورت سرورق۔ قیمت عہ

شریر بیوی

چغتائی مرحوم کا سب سے پہلا ناول جو نہایت دلچسپ ہے اور ایسے انوکھے پیرائے میں لکھا گیا ہے کہ پڑھتے پڑھتے ہنسی آتی ہے۔ یہ ایک خاتون کی عجیب غریب داستان ہے جس میں شرارتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔ اب تک بیسوں بار چھپ چکا ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب، خوبصورت گرد پوش۔ قیمت ع۲

چینی کی انگوٹھی

چینی کی انگوٹھی کیا تھی اس سے کیسے کیسے دلچسپ واقعات رونما ہوئے اسکو پڑھکر آپکی حیرت اور ہنسی میں اضافہ ہوتا جائیگا۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ وہ ٹے کا راز بھی اسطرح معمہ بنکر سامنے آجائیگا کہ بے اختیار تحسین آفرین آپکے منہ سے نکلے گی۔ خوبصورت کتابت و طباعت۔ قیمت عہ

(پرنٹر پبلشر محمد الحمید الدین نظامی دالیف، اُ۔ ایس - ۱ ملتان)

مطبع نظامی پریس بدایوں یوپی

۱۹۵۴ء　　　　طبع دوم ۵۰۰

(1) خفتانی

(2) لباس

(3) مثلث

(4) مزاحیہ امثال

خانم

(مزاحیہ ناول)

خانم

مرزا عظیم بیگ چغتائی

قیمت چار روپیہ

دام چہار روپیہ

Rupees Four. Price

ملنے کا پتہ :-

نظامی بک ایجنسی بدایوں (یوپی)